قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ کے مطابق

ماڈل درسی کتاب

اسلامیات (لازمی)

برائے جماعت

یازدہم

قومی نصاب کونسل

وفاقی وزارتِ تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومتِ پاکستان

نیشنل بک فاؤنڈیشن

بطور

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد

حکومتی منظوری

www.ilmkidunya.com

اس درسی کتاب کی منظوری قومی نصاب کونسل سیکرٹریٹ، وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت، اسلام آباد کی جانب سے خط نمبر F.No.1-1(2024)-NCC/EO/Dir/Islamiat، مورخہ 25 اپریل 2024ء کے ذریعے دی گئی ہے

© 2024 نیشنل بک فاؤنڈیشن بطور وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ

اس اشاعت کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ بغیر نیشنل بک فاؤنڈیشن کی تحریری اجازت کے کسی بھی شکل یا طریقے سے، بشمول الیکٹرانک، میکانیکی، فوٹو کاپی، ریکارڈنگ، یا کسی اور طریقے، بشمول تحقیق، ذخیرہ یا منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مجاز استعمال، نقل یا تقسیم سختی سے ممنوع ہے اور قانونی کارروائی کا سبب بن سکتی ہے۔

ماڈل درسی کتاب اسلامیات (لازمی) برائے جماعت یازدہم

(قومی نصاب 23-2022 کے مطابق)

مصنفین

ڈاکٹر محمد ادریس، (منتظم مصنف)

ڈاکٹر محمد سجاد، ڈاکٹر علی طارق، ڈاکٹر سلمان شاہد، حنزیلہ ناز (شریک مصنفین)

معاونین

شہزاد احمد، ذوالفقار احمد، شاہد رحمن (ڈیزائنر)

نگران نصاب اور جائزہ

ڈاکٹر مریم چغتائی، ڈائریکٹر، قومی نصاب کونسل، وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت، حکومت پاکستان، اسلام آباد

آئی آر سی ممبران

ساجدہ ناہید حنفی (لیکچرر، اسلامک ایجوکیشن، اسلام آباد)، ڈاکٹر ضیاء الرحمن، ڈاکٹر سلمان شاہد، عظمیٰ حامد (ڈپٹی ڈائریکٹر آف ایجوکیشن)، سید نکیل ساجد نعیم، فرح اسد (ڈپٹی ڈائریکٹر، فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن)، سی آئی (سی ایس)، ریجنل آفس چکلالہ کینٹ، حافظ محمد اسلم گوندل، ساجد اقبال، سارہ مسعود، ادریس وقار (آرمی پبلک اسکول اینڈ کالج سسٹم، راولپنڈی)

آئی پی سی ڈبلیو-1 ممبران

ڈاکٹر فرح ناز (چیف آف کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ)، سید سجاد علی شاہ (ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن گورنمنٹ آف گلگت بلتستان)، ڈاکٹر خالد احمد (سکول ایجوکیشن اینڈ لٹریسی ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف سندھ)، عبداللہ مینگل، عبدالمجید شاہ (سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان)، شبانہ شاہین (ڈائریکٹوریٹ آف کریکولم اینڈ ٹیچر ایجوکیشن، ایبٹ آباد، خیبر پختونخوا)

حافظ حامد میر (ڈائریکٹوریٹ آف کریکولم ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ، گورنمنٹ آزاد جموں کشمیر)، ڈاکٹر سلمان شاہد، عظمیٰ حامد (فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن)

ڈیسک آفیسر: منصور ابراہیم، صائمہ عباس، قومی نصاب کونسل

نگران درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن

مراد علی مہمند، مینیجنگ ڈائریکٹر نیشنل بک فاؤنڈیشن

انچارج درسی کتب نیشنل بک فاؤنڈیشن: منصور احمد، اسسٹنٹ ڈائریکٹر

یہ درسی کتاب پاکستان میں پرنٹ کی گئی ہے

اشاعت اول۔ طباعت اول: اپریل 2024 | صفحات: 148 | تعداد: 54000

اشاعت اول۔ طباعت دوم: مئی 2024 | صفحات: 148 | تعداد: 62000

اشاعت اول۔ طباعت سوم: اکتوبر 2024 | صفحات: 148 | تعداد: 15000

قیمت: 275/- روپے، کوڈ: STU-500، آئی ایس بی این: 978-969-37-1608-5

طابع: گل نشان پرنٹرز، پشاور

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر اشاعتوں کے بارے میں مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے، ویب سائٹ www.nbf.org.pk ملاحظہ کریں۔

آپ ہمیں اس نمبر 051-9261125 پر فون یا ای میل books@nbf.org.pk کے ذریعے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

اس درسی کتاب کے بارے میں اپنی آراء دینے کے لیے textbooks@snc.gov.pk اور nbftextbooks@gmail.com پر ای میل کیجیے۔

نوٹ: اس کتاب میں شامل تمام تصاویر، آرٹ ورک، نقشہ جات وغیرہ صرف تعلیمی اور تشریحی مقاصد کے لیے ہیں، نہ کہ اصل حالات کے لیے ماخذ کے طور پر۔

پیش لفظ

اسلامیات (لازمی) برائے جماعت یازدہم قومی نصاب ۲۰۲۲-۲۳ء کے مطابق تیار کی گئی ہے اور ۲۰۲۴-۲۵ء کے تعلیمی سال کے لیے پہلی بار پیش کی جارہی ہے۔

اس کتاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ نصاب کے مطابق طلبہ میں اسلامی جذبہ اُبھرے، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا ہو، سیرت کی تشکیل میں مدد ملے اور وطنِ عزیز سے محبت پیدا ہو جائے۔

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی تیار کردہ اس کتاب میں اسلام کے بنیادی عقائد، عبادات اور تعلیمات کو آسان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ سے مستند حوالے دیے گئے ہیں۔ اساتذۂ کرام سے گزارش ہے کہ وہ طلبہ کو اسلامی تعلیمات اچھی طرح ذہن نشین کرائیں تاکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دینی تعلیمات سے محبت پیدا ہو اور وہ ان تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ معیار کی رفعت، تدریسی حاصلات، ذہنی رسائی اور عمدہ اسلوب کی پیروی ہمارا نصب العین ہے۔ مصنّفین نے اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی سی کوشش کی ہے تاہم آپ سے گزارش ہے کہ اس کتاب میں کسی قسم کی لسانی اور علمی نوعیت کی غلطیاں ملیں تو ہمیں آگاہ فرمائیں اور مزید بہتری کے لیے تجاویز ہماری ویب سائٹ یا ای میل پر پیش کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی درستی کی جاسکے۔ تعاون کے لیے ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

حتیٰ الامکان کوشش کی ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک ہو۔ حکومتِ پاکستان کی ہدایات کے مطابق کتاب میں اس بات کو بھی یقینی بنایا گیا ہے کہ مختلف حوالوں سے وزارتِ مذہبی امور کی جانب سے حضور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو نوٹیفکیشن جاری ہوتے رہے ہیں ان پر بھی مکمل طور پر عمل کیا گیا ہے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب اول: قرآن مجید و حدیثِ نبوی ﷺ	
۱۔	ترجمہ قرآن مجید	۶
۲۔	علوم القرآن	۷
۳	علوم الحدیث	۱۴
	باب دوم: ایمانیات و عبادات	
۴۔	توحید کے دلائل اور تقاضے	۲۴
۵۔	رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات	۲۸
۶۔	ملائکہ پر ایمان	۳۲
۷۔	کتبِ سماویہ پر ایمان	۳۶
۸۔	آخرت پر ایمان	۴۰
۹۔	فلسفۂ نماز	۴۵
۱۰۔	فلسفۂ زکوٰۃ و صدقات	۴۹
۱۱۔	فلسفۂ صوم	۵۳
۱۲۔	فلسفۂ حج و قربانی	۵۷
	باب سوم: سیرتِ طیبہ ﷺ	
۱۳۔	نبی کریم ﷺ بطور مثالی سربراہ خاندان	۶۴
۱۴۔	نبی کریم ﷺ بطور مثالی سربراہِ ریاست	۶۸
۱۵۔	نبی کریم ﷺ بطور مثالی سپہ سالار	۷۳
۱۶۔	نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات اور اُسوہ	۷۷
	باب چہارم: اخلاق و آداب	
۱۷۔	اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت	۸۲
۱۸۔	اخلاقی رذائل سے اجتناب	۸۹
۱۹۔	معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب	۹۲
	باب پنجم: حُسنِ معاملات و معاشرت	
۲۰۔	حقوق العباد	۹۸
۲۱۔	وراثت کی اسلامی تعلیمات	۱۰۵
۲۲۔	نکاح و طلاق کی اسلامی تعلیمات	۱۰۹
	باب ششم: ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام	
۲۳۔	خلافتِ راشدہ	۱۱۴
۲۴۔	آئمہ اہل بیتِ اطہار	۱۲۱
۲۵۔	صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم	۱۲۹
	باب ہفتم: اسلامی تعلیمات اور عصرِ حاضر کے تقاضے	
۲۶۔	قانون کی پاسداری	۱۳۳
۲۷۔	اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں	۱۳۷
۲۸۔	اسلاموفوبیا اور ہماری ذمہ داریاں	۱۴۲
	فرہنگ	۱۴۶

www.ilmkidunya.com

باب اوّل

قرآن مجید و حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

www.ilmkidunya.com

ترجمۂ قرآن مجید

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- مذکورہ سورتوں کے تعارف اور شانِ نزول سے واقف ہو سکیں۔
- سورتوں میں موجود منتخب الفاظ کے معانی سے آگاہ ہو سکیں۔
- مذکورہ سورتوں کا بامحاورہ ترجمہ پڑھ کر سمجھ سکیں۔
- سورتوں میں موجود تعلیمات کا فہم حاصل کر سکیں۔
- سورتوں میں موجود تعلیمات پر عمل کرنے کے دنیاوی/اُخروی فوائد و ثمرات اور عمل سے گریز کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- سورتوں میں موجود تعلیمات کو اپنی زندگی میں اپنا سکیں۔
- منتخب سورتوں میں مذکورہ تعلیمات کو سمجھ کر روزمرہ زندگی میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (2)	سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ (3)	سُوْرَةُ النِّسَآءِ (4)	سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ (5)
سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ (8)	سُوْرَةُ التَّوْبَةِ (9)	سُوْرَةُ النُّوْرِ (24)	سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ (33)

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ تا سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ (49-47)

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ تا سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ (66-57)

سرگرمیاں برائے طلبہ:

- منتخب سورتوں میں سے کسی ایک موضوع پر تفصیل سے لکھیں۔
- مذکورہ سورتوں میں سے کسی ایک کے مرکزی مضامین پر مشتمل ایک چارٹ بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو منتخب سورتوں کے لفظی و بامحاورہ ترجمہ اور تعارف اور شانِ نزول کے لیے العلم فاؤنڈیشن کی مرتب کردہ نصاب میں سے حصہ پنجم کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

www.ilmkidunya.com

علوم القرآن

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• قرآن مجید کے فضائل اور خصوصیات (عالمگیریت، ابدیت، جامعیت، اور کاملیت) جان سکیں۔ • قرآن مجید کے اسمائے مبارکہ اور ان کے معانی کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔ • مکی و مدنی سورتوں کی تعریف اور خصوصیات جان سکیں۔ • آیاتِ احکام کے بنیادی تصور سے آگاہ ہو سکیں۔	• اس بات پر ایمان پختہ کر سکیں کہ قرآن مجید ایک الہامی اور معجزاتی کتاب ہے۔ • اعجاز القرآن پر یقین رکھتے ہوئے قرآن مجید کو آخری اور ابدی سرچشمہ ہدایت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکیں۔

فضائل اور خصوصیاتِ قرآن مجید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ قرآن مجید کے بہت سے فضائل اور خصوصیات ہیں۔

قرآنِ مجید کے فضائل اور اس کی چند نمایاں خصوصیات:

۱۔ کلامِ الٰہی

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

(سورۃ التوبۃ:6)

ترجمہ: "اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ (ﷺ) سے پناہ مانگے تو اُسے پناہ دے دیں یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سُن لے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیں اس لیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں جانتے۔"

قرآن مجید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی آخری کتاب ہے۔

۲۔ محفوظ کلام

قرآن مجید دنیا کی محفوظ ترین کتاب ہے کیوں کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:9)

ترجمہ: ''بے شک ہم ہی نے (اس) ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا ہے اور بے شک ہم ہی اِس کی ضرور حفاظت فرمانے والے ہیں۔''

۳۔ معجزاتی کلام

قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے جس کی زبان، نظم، فصاحت وبلاغت اور اثر انگیزی سب معجزہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورۃ البقرۃ:23)

ترجمہ: ''اور اگر تم شک میں ہو اس (کلام کی سچائی) کے بارے میں جو ہم نے اپنے (خاص) بندہ پر نازل کیا ہے تو اس طرح کی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

۴۔ کامل ہدایت

قرآنِ مجید تمام انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (سورۃ البقرہ:185)

ترجمہ: ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا (یہ) لوگوں کے لیے ہدایت ہے''

اور یہ قرآنی ہدایت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔

۵۔ عالمگیر کتاب

قرآن مجید سے پہلے تمام الہامی کتب کسی خاص علاقے، قوم یا نسل کے لیے ہدایت کا پیغام لے کر آئی تھیں لیکن قرآن مجید عالمگیر کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ القلم:52)

ترجمہ: ''حالاں کہ وہ (قرآن) تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔''

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا عالمگیر ہونا درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الانبیاء:107)

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

۶۔ تضاد سے پاک

قرآن مجید کسی بھی قسم کے شک وشبہ اور تضاد سے پاک کتاب ہے جس کے مضامین میں مکمل آہنگی اور ربط موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

www.ilmkidunya.com

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (سورۃ النساء:82)

ترجمہ: ''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے ؟ اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔''

۷۔ پُر تاثیر کلام

قرآن مجید تاثیر سے بھرپور کلام ہے جو سننے والے کے دل پر اثر کرتا ہے اور دلوں کے لیے شفا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۃ یونس:57)

ترجمہ: ''اے لوگو! یقیناً تمھارے پاس تمھارے ربّ کی طرف سے نصیحت آچکی ہے اور اُن (بیماریوں) کی شفا جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

۸۔ ابدی کتاب

قرآن مجید ایک کامل اور ہمیشہ رہنے والی کتاب ہے۔ اس کا پیغام ہر دور کے لیے ہے۔ اس کی تعلیمات کی اثر انگیزی اور فیوض و برکات کا سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔ اس میں ہر عہد اور شعبۂ زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہو گی۔ اس کتاب کے نازل ہونے پر تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اب کوئی اور دین اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہیں ہے۔

۹۔ جامع کتاب

قرآن مجید میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق ہدایت اور مکمل رہنمائی موجود ہے۔ قرآن مجید میں انسانوں کے انفرادی، اجتماعی، عائلی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی معاملات کے بارے میں اصولی ہدایات دی گئی ہیں۔ کوئی پہلو جس کا تعلق انسان کی دنیاوی یا اُخروی زندگی سے ہو اس کے بارے میں قرآن مجید جامع رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کو بطورِ انعام کے ذکر فرمایا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (سورۃ المائدہ:3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام بطورِ دین پسند کر لیا

اسماءُ القرآن

قرآن مجید کے کئی صفاتی نام ہیں جو قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں۔ ان ناموں سے قرآن مجید کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس کی خوبیاں نمایاں ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں مذکور صفاتی ناموں میں سے چند یہ ہیں: احسن الحدیث، امر، برہان، بشریٰ، بصائر، بیان، بلاغ، تبیان، فرقان، تذکرہ، تنزیل، حق، حکمت، ذکر، روح، شفا، صدق، عزیز، عظیم، کریم، کتاب، مبین، مجید۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ النحل:89)

''اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لیے۔''

قرآنِ مجید کا ایک صفاتی نام ''احسن الحدیث'' ہے۔ جس کے معنی ہیں: بہترین کلام، عمدہ بات۔ قرآن مجید کا ایک نام برہان ہے جس کا معنی مضبوط اور روشن دلیل ہے۔ قرآن مجید کے صفاتی ناموں میں بلاغ بھی ہے، جس کے معنی پیغام اور اعلان کے ہے۔ قرآن کا ایک نام بیان بھی ہے۔ جس کا معنی ہدایت کی راہ کو واضح کرنا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ آل عمران:138)

''یہ لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

قرآن مجید کے صفاتی ناموں میں فرقان بھی ہے جس کے معنی ہیں حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا۔ قرآن مجید کا ایک صفاتی نام الکریم بھی ہے جس کے معنی عزت والا، محترم اور شرف والا کے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (سورۃ الواقعہ:77)

''بے شک یہ بہت عظمت والا قرآن ہے۔''

مکی اور مدنی سورتیں

تعریف:۔

قرآن مجید تقریباً 23 سال میں تدریجاً نازل ہوا۔ اس کی وہ سورتیں و آیات جو ہجرتِ مدینہ سے قبل نازل ہوئیں، مکہ مکرمہ یا اس کے علاوہ کہیں بھی نازل ہوئی ہوں مکی آیات کہلاتی ہیں اور وہ سورتیں و آیات جو ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی سورتیں اور آیات کہلاتی ہیں۔

مکی سورتوں کی خصوصیات:۔

مکی سورتیں جن خصوصیات کی حامل ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ بنیادی عقائد کی تعلیم

مکی سورتوں میں ایمانیات و بنیادی عقائد کا بیان ہے۔ مثلاً سورۃ الاخلاص میں توحید اور سورۃ القارعۃ میں آخرت وغیرہ۔

۲۔ کفار و مشرکین کا رد

مکی سورتوں میں کفار و مشرکین کے جھوٹے عقائد کو دلائل کے ساتھ رد کیا گیا ہے اور انھیں دردناک عذاب سے ڈرایا گیا ہے، مثلاً سورۃ البقرہ۔

۳۔ اخلاق و آداب کی تعلیم

مکی سورتوں میں اخلاق و آداب کے بارے میں تعلیم دی گئی ہے۔ اخلاقِ حسنہ کو اپنانے اور بُرے اخلاق سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، مثلاً سورۃ بنی اسرائیل وغیرہ۔

www.ilmkidunya.com

۴۔ مختصر اور جامع

مکی سورتیں اور آیات مختصر مگر جامع اور انتہائی فصیح و بلیغ ہیں۔ ان میں علمی و ادبی حسن پایا جاتا ہے۔ اندازِ بیان میں جوش ہے جیسے سورۃ العصر، سورۃ الکوثر اور سورۃ التکاثر وغیرہ۔

۵۔ حروفِ مقطعات اور سجدے

سورۃ البقرہ اور سورۃ آلِ عمران کے علاوہ تمام سورتیں جن آغاز حروفِ مقطعات جیسے: الٓمّٓ، الٓرٰ، طٰسٓمّٓ، حٰمٓ، قٓ اور نٓ وغیرہ سے ہوتا ہے، وہ سب مکی ہیں۔ نیز آیاتِ سجدہ بھی مکی سورتوں میں ہیں۔

۶۔ پوری انسانیت سے خطاب

مکی سورتوں اور آیات میں بالعموم پوری انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔ مثلاً: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ،اے لوگو کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۷۔ پیش گوئیاں اور قسمیں

مکی سورتوں میں قسمیں کھائی گئی ہیں۔ پیش گوئیاں اور مستقبل کی ایسی خبریں بیان ہوئی ہیں جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں جیسے اہلِ روم کی فتح کی پیش گوئی جو بعد میں پوری ہوئی۔ وَالْعَصْرِ، وَالْفَجْرِ، وَالتِّيْنِ وغیرہ کی قسمیں بیان ہوئیں ہیں۔

۸۔ لفظ "کلّا" کا بیان

مکی سورتوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں "کلّا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ کسی اہم بات پر تنبیہ یا کسی بات کی تردید کے لیے آتا ہے۔

۹۔ صوتی آہنگ

مکی سورتوں اور آیات میں صوتی آہنگ پایا جاتا ہے اور اُن کا انداز بیان رعب دار اور پُر جلال ہے، یہ کلام دلوں پر فوراً اثر کرتا ہے۔ مثلاً سورۃ المزمّل

مدنی سورتوں کی خصوصیات

۱۔ عبادات کی تعلیم

مدنی سورتوں میں عبادات کی تعلیم دی گئی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد کے مسائل بیان کیے گئے ہیں اور ان عبادات کے اثرات و ثمرات کا ذکر ہوا ہے۔

۲۔ اہلِ ایمان کو خطاب

مدنی سورتوں میں بالعموم اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے ان کو ہدایات دی گئیں ہیں۔ خطاب میں " یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا " کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں

۳۔ بڑی اور طویل آیات:

مدنی سورتیں بڑی بڑی ہیں اور ان کی آیات بھی طویل ہیں، جیسے سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف وغیرہ۔

www.ilmkidunya.com

۴۔ اہلِ کتاب اور منافقین کی خصلتوں کا بیان

مدنی سورتوں میں خاص طور پر اہلِ کتاب، یہود و نصاریٰ اور منافقین کی اخلاقی، ایمانی اور سماجی کمزوریوں اور خصلتوں کی تفصیلات بیان ہوئیں ہیں، جیسے کہ سورۃ البقرۃ، سورۃ آلِ عمران

۵۔ معاشرتی، معاشی اور سیاسی تعلیمات کا بیان:

مدنی سورتوں میں عبادات، اخلاقیات، معیشت، معاشرت اور سیاست سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں، جیسے سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ وغیرہ۔

۶۔ آیاتِ احکام

ایسی آیات جن میں صراحت کے ساتھ کسی بھی شرعی حکم کا ذکر آیا ہو یا اس سے کوئی حکم اخذ کیا جا سکے انہیں آیاتِ احکام کہا جاتا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کے مسائل، وضو کا طریقہ وغیرہ اور وراثت کے احکام والی آیات۔ قرآنِ مجید میں تقریباً 500 آیات احکام موجود ہیں۔

۷۔ غزوات کا بیان

ہجرتِ مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا اور مدنی سورتوں میں ہی غزوات کا ذکر اور تفصیلات ہیں، جیسے سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ وغیرہ

۸۔ قوانین کی تنفیذ

مدنی سورتوں میں ہی ان قوانین کی تفصیلات بیان ہوئیں جنھیں اسلامی ریاست میں عملی طور پر نافذ کیا گیا، جیسے حدود، قصاص وغیرہ

۹۔ جہاد فی سبیل اللہ میں صبر اور ثابت قدمی کا بیان

مدنی سورتوں میں جہاد میں صبر اور ثابت قدمی کی تلقین کی گئی ہے، مثلاً سورۃ آلِ عمران اور سورۃ الانفال وغیرہ

بحیثیتِ مسلمان ہمارا اس بات پر ایمان پختہ ہونا چاہیے کہ قرآنِ مجید ایک الہامی اور معجزاتی کتاب ہے۔ اس جیسے فضائل اور خصوصیات کسی کتاب میں نہ ہے اور نہ ہوں گے۔ اعجاز القرآن پر کامل یقین رکھتے ہوئے قرآنِ مجید کو آخری اور ابدی سرچشمۂ ہدایات سمجھتے ہوئے ہم اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔

مشق

سوال نمبر ۱۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے:

(الف) قرآن مجید (ب) تورات (ج) زبور (د) انجیل

۲۔ قرآن مجید کس مہینے میں نازل ہوا؟

(الف) صفر (ب) رجب (ج) محرم (د) رمضان المبارک

www.ilmkidunya.com

۳۔ قرآن مجید کے صفاتی نام اُس کی ظاہر کرتے ہیں۔

(الف) رفعت (ب) عظمت (ج) قدرت (د) نعمت

۴۔ فرقان کا مطلب ہے:

(الف) حق و باطل میں فرق کرنے والا (ب) عظمت و بزرگی والا

(ج) وضاحت اور بیان کرنے والا (د) کھولنے اور ظاہر کرنے والا

۵۔ "کلّا" کا لفظ نشاندہی ہے؟

(الف) کسی اہم حادثے کی (ب) کسی اہم ملاقات کی (ج) کسی اہم بات پر تنبیہ کی (د) کسی اہم معجزے کی

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ قرآن مجید ایک معجزاتی کتاب ہے، قرآنی آیت کا حوالہ دیں۔

۲۔ قرآن مجید کے کوئی سے پانچ اسماء تحریر کریں۔

۳۔ مکی اور مدنی سورتوں میں کیا فرق ہے؟

۴۔ حروف مقطعات سے کیا مراد ہے؟

۵۔ قرآن مجید کو ایک عالم گیر کتاب کیوں کہا جاتا ہے؟

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں۔

۱۔ قرآن مجید کے فضائل اور خصوصیات کے بارے میں تحریر کریں۔

۲۔ اسماء القرآن کو قرآنی آیات کے حوالے کے ساتھ بیان کریں۔

۳۔ قرآن مجید کی مکی و مدنی سورتوں کی خصوصیات بیان کریں اور مثالیں بھی دیں۔

مجوزہ سرگرمیاں برائے طلبہ:

- طلبہ قرآن مجید کے اسماء اور قرآن مجید کی خصوصیات کے بارے میں چارٹ پر نکات لکھیں۔
- طلبہ مکی و مدنی سورتوں کی خصوصیات کے بارے میں مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ سے علوم القرآن کے موضوع پر گفتگو کروائی جائے۔ تفویض کار کیا جائے کہ مزید معلومات اکٹھی کر کے لائیں۔
- قرآن مجید کے اسمائے مبارکہ اور خصوصیات کا عنوان دیا جائے اور گروہی سرگرمی کروائی جائے۔

www.ilmkidunya.com

علوم الحدیث

حاصلاتِ تعلّم

حفاظت حدیث (تدوینِ حدیث کے ادوار، صحاحِ ستہ اور کتب اربعہ کی تدوین)، حجیت حدیث، اقسام حدیث اور منتخب متن حدیث کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- حجیت و حفاظت کے تناظر میں تدوین حدیث کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- دورِ ثانی اور ثالث میں حدیث نبوی کی جمع و تدوین کے بارے میں جان سکیں۔
- کتب حدیث (صحاحِ ستہ اور کتب اربعہ) اور اقسام حدیث کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔
- شاملِ نصاب احادیثِ نبوی کو ترجمہ سمجھ کر اس کے عملی زندگی سے تعلق کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اس بات پر ایمان پختہ کر سکیں کہ احادیث نبوی تحریری صورت میں محفوظ کی گئیں اور قرآن مجید کے بعد حدیث مبارک ہی ہدایت اور راہنمائی کا سرچشمہ ہے۔
- مستند احادیث میں موجود تعلیمات کو سمجھ کر اپنی روز مرہ زندگی میں ان پر عمل پیرا ہو سکیں۔

حدیث کی تعریف

حدیث کے معنی بیان، بات چیت، گفت گو یا نئی چیز کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نبی کریم ﷺ کے اقوال، اعمال اور احوال کا نام حدیث ہے۔

حدیث کی تین اقسام ہیں:۔

۱۔ قولی حدیث: ایسی روایت جس میں رسول کریم ﷺ کا قول یا فرمان درج ہو، قولی حدیث کہلاتی ہے۔

۲۔ عملی یا فعلی حدیث: ایسی روایت جس میں رسول اکرم ﷺ کے عمل کا بیان ہو، عملی حدیث کہلاتی ہے۔

۳۔ تقریری حدیث: ایسی روایت جس میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا وہ عمل درج ہو جس کی آپ ﷺ کو خبر ہو اور آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا ہو، یعنی آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی ہو، تقریری حدیث کہلاتی ہے۔

حدیث کی حجیت و اہمیت

قرآن مجید اور حدیثِ نبوی ﷺ اسلام کی تعلیمات کی بنیاد ہیں۔ قرآن مجید کی وضاحت احادیثِ رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی رسالت کا سب سے بڑا مقصد قرآن مجید کے معانی و مفاہیم اور قرآنی احکام کی وضاحت ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

www.ilmkidunya.com

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۃ النحل: 44)

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے اس فرض کو پورا فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ" (مسند احمد: 2012)

ترجمہ: "آپ ﷺ کے اخلاق قرآن (کی عملی تصویر) تھے۔"

آپ ﷺ نے جو بھی ارشاد فرمایا ہے اور جو بھی عمل کیا ہے، وہ سب حق اور دین ہے، ہدایت اور نیکی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کی زندگی کلامِ ربانی کی مکمل تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: 21)

ترجمہ: "یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ کی ذاتِ مبارکہ) میں بہترین نمونہ ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (سورۃ محمد: 33)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع مت کرو۔"

رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے:

بغور سنو! مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن دیا گیا ہے، اور قرآن کے ساتھ قرآن ہی جیسی (یعنی سنت بھی) دی گئی ہے، خبردار رہو! قریب ہے کہ کوئی آسودہ حال شخص اپنی آراستہ سیج پر بیٹھا کہے گا، اسی قرآن کو لازم پکڑو پس جو چیز اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو، اور جو اس میں حرام پاؤ، اسے حرام جانو۔ (سنن ابو داؤد: 4604)

اس حدیث سے معلوم ہوا قرآن مجید ہی کی طرح احادیث بھی من جانب اللہ نبی ﷺ کو دی گئی ہے اور حدیث میں جو تعلیمات بیان ہوئی ہیں وہ حجت ہے اور ان کی پیروی اور ان پر عمل کرنا لازمی ہے۔

جمع و تدوینِ حدیث کا دورِ اوّل

حدیث کی حفاظت اور کتابت کا آغاز زمانۂ رسالت ہی سے ہو گیا تھا اور حدیث کی حفاظت کے لیے حفظِ روایت، طریقۂ تعامل اور تحریر سے کام لیا گیا۔ قرآن مجید کی حفاظت کی طرح حدیث نبوی ﷺ کی بھی حفاظت کی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث نبوی کو حفظ کیا، اور احادیث نبویہ کو لکھ کر محفوظ کیا اور سب سے بڑھ کر فرمان نبوی اور سیرت و سنت نبوی کی عملی پیروی کر کے پوری انسانیت کی رہنمائی کا سامان کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حفاظت حدیث کے لیے جو ذرائع اختیار کیے تھے، ان میں حفظ، کتابت اور تعامل امت شامل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

نبی کریم ﷺ کی احادیث کو حفظ کیا، آپ ﷺ کے ارشادات کو لکھا اور محفوظ کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کرام رحم اللہ عنہم کا دور آیا۔ تابعین کرام رحمہم اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ ﷺ کی حدیث سنی، ان سے دین سیکھا، اور اپنے بعد کی نسلوں میں منتقل کیا۔ اس طرح تدوینِ حدیث کے اس اہم کام کا آغاز ہوا جس کے نتیجہ میں پہلی صدی کے آخر میں حدیث کی بہت سی کتابیں وجود میں آگئی تھیں، اور تیسری صدی ہجری تک حدیثوں کو پورے طور پر مدوّن کر دیا گیا۔

جمع وتدوین حدیث کا دوسرا دور

پہلی صدی ہجری کے آخر تک کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا سے وفات پا گئے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سرکاری سطح پر حکم دیا کہ احادیث نبویہ کو جمع کیا جائے، اس کو کتابی شکل میں مدوّن کیا جائے، اس حکم کی تعمیل میں احادیث نبویہ کی باضابطہ تدوین ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہل بیت اطہار اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے فتاوٰی واقوال تک ہر چیز مرتب و مدون ہو گئی۔

دورِ تابعین کرام کے مشہور مجموعہ ہائے احادیث اور ان کے مرتبین

۱۔ دورِ تابعین میں امام محمد بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ کی ہر گلی میں جا کر لوگوں سے احادیث اکٹھی کیں اور انھیں تحریر کیا

۲۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر دیگر حضرات، امام حماد بن سلمہ، امام عبد اللہ بن مبارک، امام شعبی، امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہم نے بھی احادیث جمع کیں۔

۳۔ کتاب الآثار، اس کتاب کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کروایا۔

۴۔ المؤطا امام مالک، یہ احادیث نبویہ کا مجموعہ ہے اس کتاب کو امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا۔

۵۔ الجامع، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعہ حدیث کو مرتب کیا۔

۶۔ کتاب الحج، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی احادیث پر مشتمل اس مجموعہ کو مرتب کیا۔

تدوین حدیث کا تیسرا دور

تیسری صدی ہجری میں محدثین نے احادیث کی جمع وتدوین کے لیے دور دراز علاقوں کے سفر کیے۔ انھوں نے حدیث کی جانچ پرکھ کے اصول وضع کیے اور اسماء الرجال کا فن معرضِ وجود میں آیا۔ اس دور میں بے شمار معتبر کتبِ حدیث لکھی گئیں، جن میں چھے کُتب احادیث کو اُمّت میں صحاحِ ستّہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

صحاحِ ستہ

صحاحِ ستہ اور ان کے مؤلفین کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔	صحیح بخاری:	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ	(ف256ہجری)
۲۔	صحیح مسلم:	امام مسلم بن حجاج القشیری رحمۃ اللہ علیہ	(ف261ہجری)

www.ilmkidunya.com

۳۔	جامع ترمذی:	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ	(ف279ہجری)
۴۔	سُنن ابوداؤد:	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ	(ف275ہجری)
۵۔	سُنن نسائی:	امام ابوعبدالرحمن احمد بن علی النسائی رحمۃ اللہ علیہ	(ف303ہجری)
۶۔	سُنن ابن ماجہ:	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمۃ اللہ علیہ	(ف273ہجری)

اصولِ اربعہ

مندرجہ ذیل چار کتابیں فقہ جعفریہ کے مستند ترین ذخائر حدیث ہیں:

۱۔	الکافی:	ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی رحمۃ اللہ علیہ	(ف329ہجری)
۲۔	مَنْ لَایَحْضُرُہُ الْفَقِیہ:	ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی رحمۃ اللہ علیہ	(ف381ہجری)
۳۔	اَلْاِسْتِبْصَار فِی مَا اخْتُلِفَ مِنَ الْاَخْبَار:	ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی رحمۃ اللہ علیہ	(ف460ہجری)
۴۔	تہذیب الاحکام:	ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی رحمۃ اللہ علیہ	(ف460ہجری)

www.ilmkidunya.com

منتخب احادیث کا متن اور ترجمہ

۱۔مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(صحیح بخاری۔71)الکافی ج1ص:33)

ترجمہ: ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔''

۲۔مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ"

(سنن ترمذی2002)(مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج8، ص:443)

ترجمہ: ''قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاقِ حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالی بے حیاء اور بدزبان سے نفرت کرتا ہے۔''

۳۔ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ،

(صحیح مسلم2699،6853)(وسائل الشیعۃ، ج16، ص:372)

ترجمہ: ''جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کی، اللہ تعالی اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی، اللہ تعالی اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالی دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالی اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔''

۴۔لَا تَزُولُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيمَا عَلِمَ

(سنن ترمذی2416)(بحار الانوار، ج36، ص:80)

ترجمہ: ''آدمی کے دونوں قدم قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا، اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا۔''

www.ilmkidunya.com

۵۔ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ، قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

(صحیح بخاری 2766)(وسائل الشیعة، ج15، ص: 331)

ترجمہ: ''(لوگو) سات ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچو، پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ سات ہلاک کرنے والی باتیں کون سی ہیں؟ فرمایا: (۱) کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) اس جان کو مار ڈالنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے سوائے حق کے۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) جہاد کے دن دشمن کو پیٹھ دکھانا۔ (۷) پاکدامن ایمان والی اور بے خبر عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

۶۔ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ

(صحیح مسلم 49،177)(مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج12، ص: 193)

ترجمہ: ''تم میں سے جو شخص منکر (ناقابل قبول کام) دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ (کی قوت) سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے اپنی زبان (کی وعظ و نصیحت) سے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو اپنے دل سے اسے برا سمجھے (اور اس کے بدلنے کی مثبت تدبیر سوچے) اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔''

۷۔ نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

(صحیح بخاری 6412)(سفینۃ البحار، ج6، ص: 601)

ترجمہ: ''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے (یعنی) ''تندرستی'' اور ''فراغت''۔''

۸۔ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ

(سنن ابن ماجہ 3984)(الهدایا الشیعة ائمة الهدی، ج1، ص: 613)

ترجمہ: ''حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، ان کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جان پاتے (کہ حلال ہے یا حرام)۔ جو ان مشتبہ چیزوں سے بچے، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچا لیا، اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ ایک دن

حرام میں بھی پڑ جائے گا، جیسا کہ چراگاہ کے قریب جانور چرانے والا اس بات کے قریب ہوتا ہے کہ اس کا جانور اس (چراگاہ) میں بھی چرنے لگ جائے، خبردار! ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔"

۹۔ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

(صحیح بخاری 5885)(بحار الانوار، ج76، ص:66)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں۔"

۱۰۔ إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ" قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ: "يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ"

(صحیح بخاری 5973)(بحار الانوار، ج71، ص:47)

ترجمہ: "یقیناً سب سے بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کوئی شخص اپنے ہی والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے باپ کو برا بھلا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔"

۱۱۔ اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ

(صحیح بخاری 2448)(نہج الفصاحہ، ص:162)

ترجمہ: "مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس (دعا) کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"

۱۲۔ يُوشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يُحَدَّثُ بِحَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِي، فَيَقُولُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَلَالٍ اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاهُ، أَلَا وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ

(سنن ابن ماجہ 12)(ریاض السالکین فی شرح صحیفہ سید الساجدین، ج3، ص:381)

www.ilmkidunya.com

ترجمہ: "قریب ہے کہ کوئی آدمی اپنے آراستہ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو وہ کہے" : ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے، ہم اس میں جو چیز حلال پائیں گے اسی کو حلال سمجھیں گے اور جو چیز حرام پائیں گے اسی کو حرام جانیں گے"، تو سن لو! جسے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے وہ ویسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔"

۱۳۔ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ

(سنن ترمذی: 2518)(وسائل الشیعۃ، ج27ص:168)

ترجمہ: "جو چیز تجھے شک میں ڈال دے اسے چھوڑ دے اور شک سے پاک چیز اختیار کر، کیونکہ سچائی میں اطمینان ہے اور جھوٹ میں شک ہے۔"

۱۴۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(صحیح بخاری 15، صحیح مسلم 169)(بحار الانوار، ج17، ص:14)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص (اس وقت تک) مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔"

۱۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ: الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ قَالَ: اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ،

(صحیح بخاری 527، صحیح مسلم 252)(مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج3، ص:43)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا، میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا عمل؟ فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، "میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا عمل؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔"

مشق

سوال نمبر ۱۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حدیث مبارکہ میں ------ ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(الف) ۵ (ب) ۶ (ج) ۷ (د) ۸

www.ilmkidunya.com

۲۔ قیامت کے دن میزان میں سب سے بھاری چیز ------ ہوگی۔

(الف) عبادات (ب) اخلاق حسنہ

(ج) والدین کی اطاعت (د) حکمرانوں کی اطاعت

۳۔ کتاب الآثار مرتب کی۔

(الف) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے (ب) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (ج) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے (د) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

۴۔ حدیث کی رو سے ---------- کی بد دعا سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

(الف) مسافر (ب) یتیم (ج) مظلوم (د) بیوا

۵۔ جو شخص ---------- چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین کو بچالیا۔

(الف) حرام (ب) سود (ج) مشتبہ (د) رشوت

سوال نمبر ۲۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

۱۔ حدیث کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں۔

۲۔ حدیث کی کتنی اقسام ہیں، بیان کریں۔

۳۔ حدیث کی رو سے کون کون سے اعمال افضل ہیں؟

۴۔ شک سے بچنے اور سچائی کو اختیار کرنے کے بارے میں حدیث تحریر کریں۔

سوال نمبر ۳۔ درج ذیل سوالات کے مفصّل جواب تحریر کریں۔

۱۔ اصول اربعہ اور صحاحِ ستّہ کے نام اور ان کے مؤلفین کے نام لکھیں۔

۲۔ حدیث کی حجیت اور اہمیت کو تفصیلاً بیان کریں۔

۳۔ حدیث کی جمع و تدوین کے بارے میں دورِ ثانی اور ثالث کے حوالے سے تفصیل بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ:

- طلبہ منتخب احادیث سے حاصل ہونے والے اسباق و احکام اخذ کر کے لکھیں۔
- مختلف ادوار میں تدوین حدیث کے لیے کیے گئے اقدامات نکات کی صورت میں لکھیں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کے دو گروپ بنائیں اور ان کے درمیان کتب حدیث کے موضوع پر کوئز کروائیں۔
- طلبہ کو ان مذکورہ احادیث پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

www.ilmkidunya.com

باب دوم

ایمانیات و عبادات

www.ilmkidunya.com

ایمانیات

توحید کے دلائل اور تقاضے

حاصلاتِ تعلّم

طلبہ توحید کے دلائل اور تقاضوں کو جان کر اور سمجھ کر توحید پر ایمان پختہ کر سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
• توحید کے معنی و مفہوم کو جان سکیں۔ • وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل سے آگاہ ہو سکیں۔ • توحید و شرک کی اقسام اور توحید کے تقاضوں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ • عملی زندگی میں توحید کے فوائد و اثرات اور شرک کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔	• اقسامِ توحید جان کر اپنا ایمان مضبوط کر سکیں۔ • وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل سے آگاہ ہو کر کفر و الحاد سے بچ سکیں۔ • توحید کے دلائل جان کر شرک سے پاک رہ سکیں۔

معنی و مفہوم

توحید کا لفظ ''و۔ح۔د'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں ''ایک ہونا یا اکیلا ہونا''۔ جب کہ اصطلاح میں توحید سے مراد اس عقیدے پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں یکتا اور تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ہم پلہ نہیں ہے۔ اسلام میں توحید تمام عقائد میں سب سے اہم اور بنیادی درجہ رکھتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر کامل ایمان لائے بغیر کوئی بھی شخص ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

توحید کی اقسام

قرآن و سنت کی روشنی میں توحید کی تین اقسام ہیں:

توحید فی الذات

توحید فی الذات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد اور یکتا ہے۔ وہ اکیلا ہے اور اکیلا ہی رہے گا۔ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ (سورۃ الاخلاص: 3)

ترجمہ: ''نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔''

www.ilmkidunya.com

توحید فی الصفات

توحید فی الصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے شمار صفات کا حامل ہے مثلاً الرحمٰن، الرحیم سب سے زیادہ رحم فرمانے والا، اَلْحَیُّ، ہمیشہ زندہ رہنے والا۔ وہ اپنی صفات میں یکتا اور یگانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذاتی اور لامحدود ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: "وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ (ہر) پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ ہے (ہر عیب سے) پاک ذات (ہر نقص سے) سالم امن بخشنے والا (سب کا) نگہبان بہت غلبہ والا بڑی طاقت والا بے حد بڑائی والا ہے اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جسے وہ (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہیں"۔

توحید الوہیت (توحید فی العبادۃ)

توحید الوہیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی سچا معبود مانا جائے اور ہر قسم کی عبادت اسی کے لیے کی جائے اور مصیبت کے وقت صرف اور صرف اسی سے مدد مانگی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ (سورۃ النحل: 51)

ترجمہ: "بے شک وہی ایک معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو"

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید کے دلائل

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل پیش کرتی ہے مثلاً دن اور رات کے تبدیل ہونا، موسم کا ایک قاعدے کے مطابق تبدیل ہونا، چاند، ستاروں اور سورج کا وجود میں آنا، ہواؤں کا چلنا، بارشوں کا برسنا، سب کے سب انسان کو کسی ایسی ذات کی موجودگی کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو کہ قادرِ مطلق ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔ یہ تمام نشانیاں دیکھ کر انسان کے ذہن میں یہی بات آتی ہے کہ ضرور کوئی ایسی ہستی موجود ہے جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور اسے ایک قاعدے کے مطابق چلا رہا ہے۔ انسان کے ان تمام سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر زمین میں اس کے چشمے جاری کر دیے پھر وہ اس سے کھیتی نکالتا ہے جن کے رنگ مختلف ہیں پھر وہ (پک کر) خشک ہو جاتی ہے پھر تم انھیں زرد دیکھتے ہو پھر وہ انھیں چورا چورا کر دیتا ہے بے شک اس میں ضرور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے۔" (سورۃ الزمر: 21)

ارشادِ باری تعالیٰ
اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ
ترجمہ: "یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے"
(سورۃ لقمان: 13)

عقیدۂ توحید کے تقاضے

عقیدۂ توحید کا سب سے بنیادی تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔ صرف اسی پر بھروسا کریں اور مصیبت کے وقت صرف اور صرف اسی سے مدد مانگیں، وہی ہمارا خالق، رازق اور معبودِ برحق ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ ہم کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں شریک نہ ٹھہرائیں۔ عقیدۂ توحید انسان سے یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ انسان اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب کا خوف نکال دے اور تمام تر باطل قوتوں کے سامنے جھکنا اور ڈرنا چھوڑ دے۔

شرک اور اس کی اقسام

شرک کے لغوی معنی حصہ دار یا ساجھی پن کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں شرک کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو خدا ماننا یا خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک کرنا بہت بڑا اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ شرک کو ایمان کی ضد کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں شرک کو "ظلمِ عظیم" بتایا گیا ہے۔ شرک کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:۔

شرک فی الذات: شرک فی الذات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شرک کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ (سورۃ الاخلاص: 1-4)

ترجمہ: "(اے نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم!) آپ فرما دیجیے وہ اللہ ایک (ہی) ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ کوئی اُس کے برابر ہے۔"

شرک فی الصفات: شرک فی الصفات سے مراد ہے صفات میں شرک۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے، سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اگر نعوذ باللہ کسی اور کو ان صفات میں اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیا جائے تو یہ صفات میں شرک کہلائے گا۔

شرک فی العبادۃ: شرک فی العبادۃ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے رکوع، سجدہ، طواف یا قربانی کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم اٹھانا یا نذر ماننا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعا کرنا وغیرہ۔

عملی زندگی پر اثرات

عقیدۂ توحید انسان کی زندگی پر بہت زیادہ اثرات مرتب کرتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر ایمان رکھنے والا انسان خود دار اور باوقار ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں سے مانگنا چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا شروع کر دیتا ہے تو اس کی شخصیت میں واضح فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ عقیدۂ توحید انسان کو ایک اچھا با عمل مسلمان بناتا ہے۔ عقیدۂ توحید پر پختہ ایمان رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا ہر قسم کے خوف اور ڈر سے نجات پا لیتا ہے کیونکہ وہ اس بات پر کامل اور مضبوط ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی اسے نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نقصان۔ عقیدۂ توحید نہ صرف اللہ تعالیٰ کے بارے میں انسان کو متحد کرتا ہے بلکہ سارے انسانوں کو اولادِ آدم قرار دیتا ہے۔ یعنی سارے انسان برابر اور مساوی حیثیت کے حامل ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے انسان تنگ نظری اور تعصب سے محفوظ رہتا ہے اور اس میں وسعتِ قلب و نظر پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم عقیدۂ توحید پر سختی سے کاربند رہیں تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی ہمارا مقدر بنے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ وحدت کا معنی ہے:

(الف) ایک ہونا (ب) قریب ہونا (ج) بے مثل ہونا (د) بڑا ہونا

۲۔ اسلام میں تمام عقائد میں سب سے اہم اور بنیادی درجہ رکھتا ہے:

(الف) عقیدۂ توحید (ب) عقیدۂ رسالت (ج) عقیدۂ آخرت (د) عقیدۂ تقدیر

www.ilmkidunya.com

۳۔ قرآن مجید کی سورۃ الاخلاص میں کس چیز کی تعلیمات کا تذکرہ ہے؟

(الف) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (ب) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا (ج) نعمتوں کا شکر ادا کرنا (د) توحید بیان کرنا

۴۔ اس بات پر یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو ہی سچا معبود مانا جائے اور ہر قسم کی عبادات اسی کے لیے کی جائے، کہلاتا ہے:

(الف) توحید فی الذات (ب) توحید فی الصفات (ج) توحیدِ الوہیت (د) توحید فی الافعال

۵۔ قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے کیونکہ شرک کرنے سے انسان:

(الف) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے۔ (ب) یہود و نصاریٰ کا ساتھی بن جاتا ہے۔

(ج) نماز روزہ کا منکر ہو جاتا ہے۔ (د) حج اور زکوٰۃ کا انکار کرتا ہے۔

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ توحید فی الذات سے متعلق قرآن مجید میں کیا ارشاد ہے؟

۲۔ توحیدِ الوہیت کا کیا تقاضا ہے؟

۳۔ شرک فی الافعال کی دو مثالیں روزمرہ زندگی سے پیش کریں۔

۴۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ اس آیت مبارکہ میں توحید کی کونسی قسم کا ذکر ہے؟

۵۔ مظاہر فطرت انسان کے عقیدۂ توحید کو مضبوط کرنے میں کس طرح مدد کرتے ہیں؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ عقیدۂ توحید کی اقسام اور اس کے تقاضوں پر تفصیلاً لکھیں۔

۲۔ روزمرہ زندگی میں توحید کے فوائد و اثرات اور شرک کے نقصانات کا جائزہ پیش کریں۔

۳۔ وجودِ باری تعالیٰ اور عقیدۂ توحید کے حق میں عقلی اور نقلی دلائل تحریر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ وجودِ باری تعالیٰ اور کائنات میں خدا کی نشانیوں کے بارے میں مواد تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- درج ذیل میں سے ایسے کاموں کی نشاندہی کریں جو عملی شرک کہلاتی ہیں:

مخلوق کو سجدہ کرنا	مظاہرِ فطرت کی پرستش	جھوٹ بولنا	عبادت میں ریاکاری	ظلم کرنا	خیانت کرنا

برائے اساتذہ کرام

- اقسامِ توحید و اجتنابِ شرک کے بارے میں مستند کتب کا مطالعہ کر کے معاشرے میں اس کے عملی اطلاق کی صورتوں پر مباحثے کا اہتمام کروائیں۔
- کسی مہمان مقرر سے کائنات میں وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل پر گفتگو کا اہتمام کریں تاکہ ہم سب کفر و الحاد سے بچ سکیں۔

www.ilmkidunya.com

(ب) رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی خصوصیات

حاصلاتِ تعلّم

طلبہ قرآن وسنّت کی روشنی میں رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خصوصیات جان سکیں۔ خصوصاً ختمِ نبوت کی اہمیت سمجھتے ہوئے اس پر اپنا ایمان مضبوط کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عقیدۂ رسالت کا معنی و مفہوم جان سکیں۔
- وحی کی تعریف، اقسام اور صورتوں کو جان سکیں۔
- رسالتِ محمدی کی خصوصیات اور معجزات کا فہم حاصل کر سکیں۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت کے عقلی و نقلی دلائل کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- رسالتِ محمدی کی خصوصیات جان کر اس پر ایمانِ کامل، محبت، اطاعت واتباع اور تعظیم وتوقیر کا مظاہرہ کر سکیں۔
- عقیدۂ ختمِ نبوت کے تقاضوں کو سمجھ کر دعوتِ دین اور حفاظتِ دین کا فریضہ سرانجام دے سکیں اور انکارِ ختمِ نبوت کرنے والے کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھ سکیں۔

عقیدۂ رسالت

دنیا میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو منتخب کیا، جنھیں ہم نبی یا رسول کہتے ہیں۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام جبکہ سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت ورسالت کو برحق ماننا، عقیدۂ رسالت کہلاتا ہے۔

عقیدۂ رسالت، عقیدۂ توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بڑا عقیدہ ہے۔ لفظ "نبوّت"، "نبأ" سے نکلا ہے، جس کا لغوی معنی خبر ہے جبکہ خبر دینے والے کو نبی کہا جاتا ہے۔ رسالت کے لغوی معنی پیغام پہنچانے کے ہیں، پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔ نبی اور رسول میں فرق یہ ہے کہ رسول کو اللہ تعالیٰ نئی شریعت دے کر بھیجتے ہیں، جبکہ نبی اپنے سے سابقہ رسول کی شریعت کو آگے لے کر چلتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے خصائص و کمالات سے نوازا ہے۔ یہ تمام ہستیاں اپنے دور کی سب سے نیک اور باکمال ہستیاں ہوتی ہیں جو باقی تمام انسانوں سے اخلاق میں بلند اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار میں سے صرف چند انبیا کرام علیہم السلام کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ (سورۃ النساء: 164)

ترجمہ: "اور ایسے بھی رسول ہیں یقیناً جن کے حالات (اس سے) پہلے ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور وہ رسول بھی ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے"۔

وحیِ الٰہی: اقسام اور صورتیں

علم کے بہت سارے ذرائع ہیں۔ ان میں حواسِ خمسہ، عقل، مشاہدہ و تجربہ، وجدان اور الہام شامل ہیں۔ وحی علم کے ذرائع میں سے سب سے مستند ذریعہ ہے۔ وحی کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا، چھپ کر بات کرنا یا دل میں بات ڈالنا۔ جبکہ اصطلاح میں انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو وحی کہا جاتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

وحی کی اقسام: وحی کی دو اقسام ہیں۔

وحی متلو: یہ ایسی وحی ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں، اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

وحی غیر متلو: یہ ایسی وحی ہے جو نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر معانی کی صورت میں نازل کی گئی اور ان معانی کو آپ ﷺ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہو۔ اس سے مراد احادیث مبارکہ ہے۔

وحی کی صورتیں: وحی کی تین صورتیں ہیں۔

وحی قلبی: اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کے واسطے کے بغیر براہِ راست کوئی بات بیداری یا خواب میں اپنے پیغمبر کے دل میں الہام کر دے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

کلام الٰہی: اللہ تعالیٰ براہِ راست اپنے نبی سے کلام فرماتا ہے۔ اس وحی میں بھی کسی فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا۔ یہ وحی کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

وحی ملکی: اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کے ذریعے سے اپنا پیغام بھیجتے ہیں۔ اس وحی کی تین صورتیں ہیں۔ کبھی فرشتہ نظر نہیں آتا صرف اُس کی آواز سنائی دیتی ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب میں گھنٹی کے مشابہ خوبصورت آواز سنائی دیتی ہے، جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا پیغام ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ فرشتہ کسی انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ کبھی کبھی فرشتہ اپنی اصلی صورت میں بھی ظاہر ہو کر کلام کرتا ہے۔

> **ارشادِ باری تعالیٰ**
>
> وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ
>
> ترجمہ: ''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیجے تو وہ اس کے حکم سے جو وہ (اللہ) چاہے وحی کرے'' (سورۃ الشوریٰ، آیت: ۵۱)

رسالتِ محمدی کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ مگر جن فضائل و کمالات سے نبی کریم ﷺ کی ذات کو نوازا، وہ کسی اور نبی میں نہیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کسی ایک قوم یا علاقے کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے گئے۔ مگر آپ ﷺ کی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے عالمگیر فرمایا۔ آپ ﷺ کائنات کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت و کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ آپ ﷺ ہی کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا۔ نہ صرف بطور قائد، بلکہ آپ ﷺ بطور استاد، بطور باپ، بطور سپہ سالار، بطور حاکم غرض ہر لحاظ سے رہتی دنیا تک کے لیے ایک بہترین اور کامل مثال ہیں۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات کے نمایاں پہلوؤں میں سے آپ ﷺ کا مقامِ شفاعت پر فائز ہونا، حوضِ کوثر کا تصرف ہونا، مقامِ محمود عطا کیا جانا، خاتم النبیین ﷺ ہونا اور دین کو مکمل کرنا بھی شامل ہیں۔

حضور ﷺ کے معجزات

معجزے سے مراد ہے کسی بھی نبی کی ذات سے صادر ہونے والا ایسا کام جو دوسروں کی عقل کو عاجز کر دے۔ حضور ﷺ کا سب سے بڑا اور زندہ معجزہ قرآن مجید ہے۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والی اس کتاب میں تا قیامت کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اور یہ حرف بہ حرف حقیقت پر مبنی ہے۔ مکہ مکرمہ میں کفار کے مطالبے پر نبی کریم ﷺ نے انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے تھے۔ ڈوبے ہوئے سورج کا دوبارہ طلوع ہونا، کنکریوں

کا آپ ﷺ کی مٹھی مبارک میں کلمہ پڑھنا، کھجور کے خشک تنے کا بولنا، ہاتھوں کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، درخت کا اپنی جڑوں سمیت اکھڑ کر حاضر ہو جانا وغیرہ جیسے بے شمار معجزات ہیں۔

آپ ﷺ کا ایک بڑا معجزہ واقعۂ معراج ہے۔ نبوّت کے گیارہویں سال اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے پہلے مسجدِ اقصیٰ بلایا، جہاں آپ ﷺ کی امامت میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز پڑھی۔ پھر یہاں سے آپ ﷺ نے آسمانوں کا مبارک سفر کیا، اور اس کے بعد آپ ﷺ نے عرشِ الٰہی پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔

عقیدۂ ختمِ نبوّت

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب، قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انسانیت کے لیے پیغام مکمل ہو چکا۔ آپ ﷺ کے بعد نہ تو کوئی نبی اور رسول آئے گا اور نہ ہی آسکتا ہے۔ کوئی بھی شخص جو آپ ﷺ کے بعد نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور کذاب کہلائے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے پر یوں روشنی ڈالی ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ (سورۃ الاحزاب: 40)

ترجمہ: ''نہیں ہیں محمد (خاتم النبیین ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں''

ختمِ نبوّت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک رسالت و نبوّت ختم ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ ہی کوئی نبی ہے'' (جامع ترمذی: 2272)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں کچھ لوگوں نے نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور ان کے ساتھ جہاد کی۔ ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا ایک لشکر بھیجا اور جنگ یمامہ لڑی گئی۔ قیامت تک کوئی بھی شخص اگر اپنے نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے تو اُمّتِ مسلمہ پر لازم ہے کہ اس کو جھوٹا اور کذاب مانیں اور اس کے خلاف جہاد کریں۔ ہمیں چاہیے کہ عقیدۂ ختمِ نبوّت پر اپنا ایمان مضبوط رکھیں۔ دعوتِ دین اور حفاظتِ دین کا فریضہ اب آخری اُمت ہونے کے ناطے سے مسلمان اُمّت کا ہے۔ اس لیے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے سرانجام دیں اور انکارِ ختمِ نبوّت والوں کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ عقیدۂ توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بڑا عقیدہ ہے:

(الف) عقیدۂ آخرت　(ب) عقیدۂ رسالت　(ج) عقیدۂ تقدیر　(د) ملائکہ پر ایمان

۲۔ نبی کا لغوی معنیٰ ہے:

(الف) ہدایت دینے والا　(ب) خوشخبری دینے والا　(ج) خبر دینے والا　(د) سلام دینے والا

۳۔ انبیا کرام علیہم السلام کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تھا:

(الف) لوگوں کی مدد کرنا　(ب) دنیا پر حکومت کرنا　(ج) دنیا کو آباد کرنا　(د) لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا

www.ilmkidunya.com

۴۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

(الف) سب سے آخری اور حتمی نبی اور رسول (ب) زیادہ معجزات والے رسول

(ج) دشمنوں کو معاف کرنے والے رسول (د) غلاموں کو سردار بنانے والے رسول

۵۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ:

(الف) کفر اور شرک کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ (ب) اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانیت تک پہنچ چکا ہے۔

(ج) تمام انسانیت ایمان لا چکی ہے۔ (د) تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اپنائی جا چکیں ہیں۔

۶۔ واقعۂ معراج حضور ﷺ کے کس وصف کی بہترین مثال ہے؟

(الف) رحمۃ للعٰلمین (ب) معجزاتِ نبوّت (ج) صادق و امین (د) رحمت و شفقت

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ عقیدۂ رسالت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی عموماً کیا خصوصیات ہوتی ہیں؟

۳۔ وحی کے معنی اور صورتیں تحریر کریں۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کے کوئی سے دو خصوصی معجزات بتائیں۔

۵۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذّاب کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ عقیدۂ رسالت اور اس کی اہمیت تفصیلاً تحریر کریں۔

۲۔ اسلامی تعلیمات میں وحی کی اہمیت اور اس کی اقسام پر روشنی ڈالیں۔ نیز ثابت کریں کہ ذرائع علم میں سے وحی سب سے مستند ذریعہ ہے۔

۳۔ رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیات سمجھ کر ہم روزمرہ زندگی کے اعمال میں کس طرح اتباعِ رسول اور تعظیمِ رسول ﷺ کا مظاہرہ کر سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ کتبِ سیرت کا مطالعہ کر کے سبق کے علاوہ رسالت محمدی ﷺ کی مزید خصوصیات تلاش کر کے نوٹ بک میں لکھیں۔
- طلبہ سبق کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے مزید معجزات تلاش کر کے کمرہ جماعت میں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل میں سے رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات کی نشاندہی کریں۔

وحی کا نازل ہونا	ختمِ نبوت	عالمیت	ساری زمین کا سجدہ گاہ ہونا	مقتدا ہونا	کتاب و شریعت کا نازل ہونا

برائے اساتذہ کرام

- ختمِ نبوت کی اہمیت اور تقاضوں پر کسی مہمان مقرر کی تقریر کا اہتمام کریں۔
- دیگر انبیا کرام علیہم السلام کے معجزات کے بارے میں بھی طلبہ کو آگاہ کریں۔

www.ilmkidunya.com

ملائکہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلم

فرشتوں کے تصور، تخلیق کا مقصد اور ذمہ داریوں سے آگاہ ہو سکیں۔ ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہ ہو کر ان پر اپنا ایمان پختہ کر سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
• عقیدہ ملائکہ کے نقلی و عقلی دلائل کو سمجھ سکیں۔	• عقیدۂ ملائکہ پر ایمان پختہ کرنے والے بن سکیں۔
• فرشتوں کی صفات، مقام و مرتبہ اور دنیوی واُخروی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو سکیں۔	• ملائکہ کی تعظیم اور احترام کرنے والے بن سکیں۔
• عقیدۂ ملائکہ پر پختہ ایمان کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔	

عقیدۂ ملائکہ

فرشتوں کو عربی میں ملائکہ کہا جاتا ہے۔ ملائکہ "ملک" کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں "مالک ہونا"۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا، جو ہر قسم کی خطا سے پاک ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ فرشتوں کی اصل تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ فرشتوں کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾

(سورۃ الانبیاء: 19-20)

ترجمہ: "اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی تھکتے ہیں۔ وہ دن اور رات تسبیح بیان کرتے ہیں وہ سستی نہیں کرتے۔"

> **ارشادِ نبوی ﷺ**
>
> خُلِقَتِ الْمَلَآئِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ
>
> ترجمہ: "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو شعلہ (آگ) سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس شے سے پیدا کیا گیا ہے، جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے تمھیں بیان فرمائی ہے (یعنی خاک سے)" (صحیح مسلم: 7495)

فرشتوں کی صفات

فرشتوں کی کوئی ایک مخصوص شکل و صورت نہیں ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی روپ بھی ڈھال سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ایک ایسے شخص کی شکل میں آئے تھے کہ ان کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال غیر معمولی طور پر سیاہ تھے اور ان پر سفر کے آثار بھی نہیں تھے۔ فرشتے اپنے فرائض بغیر تھکاوٹ اور بغیر کسی تکبر کے کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں

www.ilmkidunya.com

برداری میں کوشاں رہتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے قاصد اور پیامبر ہیں۔ یہ آسمان و زمین کے درمیان اترنے چڑھنے کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے پَر ہوتے ہیں۔ ان کا وجود حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل کا ہے۔

مشہور فرشتوں کے نام اور ذمہ داریاں

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے کئی ذمہ داریاں سونپی ہیں اور فرشتے ہر وقت، ہر لحہ، بنا تھکاوٹ اس میں مگن رہتے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

- حضرت جبرائیل علیہ السلام تمام فرشتوں کے سردار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو وحی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے۔
- حضرت میکائیل علیہ السلام کی ذمہ داری مخلوق پر بارش برسانا اور رزق پہنچانا ہے۔
- حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری تمام جان داروں کی روح قبض کرنا ہے۔
- قیامت کے دن صور پھونکنے کی ذمہ داری حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ہے۔
- ان چار مشہور فرشتوں کے علاوہ جنت کے داروغہ کی ذمہ داری حضرت رضوان علیہ السلام پر ہے۔
- جہنم کے داروغہ کی ذمہ داری حضرت مالک علیہ السلام کے پاس ہے۔
- قبر میں انسان سے سوال کرنے والے فرشتوں کو "منکر نکیرین" کہا جاتا ہے۔ یہ فرشتے انسان سے اس کے دین کے متعلق سوالات کرتے ہیں۔
- کچھ ایسے فرشتے ہیں جن کی ذمہ داری انسانوں کے اعمال کی حفاظت ہے۔ یہ فرشتے ہر انسان کے ساتھ مامور ہوتے ہیں اور انسان کے ہر اچھے اور برے عمل کا حساب محفوظ رکھتے ہیں۔ ان کو "کراماً کاتبین" کہا جاتا ہے۔
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور نمازِ عصر اور نمازِ فجر کے وقت اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی، وہ آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتے ہیں، حالانکہ وہ بہتر علم رکھتے ہیں، کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ اس پر وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے (صحیح بخاری: 3771)۔
- کئی ایسے فرشتے ہیں جو نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔" (صحیح بخاری: 929)

عملی زندگی پر اثرات

فرشتوں پر ایمان لانے سے انسان کی عملی زندگی میں بہت سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسان میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی حفاظت اور انسانوں کو رزق اور نعمتیں پہنچانے کے لیے اس مخلوق کی ذمہ داری لگائی ہے۔ اس کے علاوہ انسان میں علم حاصل کرنے کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے کیونکہ علم ہی وہ وجہ تھی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس نوری مخلوق پر فضیلت دی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں فرشتوں سے بھی محبت پیدا ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری میں مگن رہتے ہیں اور انسانوں کی طرح غرور و تکبر اور

خطاؤں سے پاک رہتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کو یہ احساس بھی رہتا ہے کہ اس کے ہر عمل کا حساب فرشتے لکھ رہے ہیں۔ اس لیے انسے ہر عمل سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے دور رہنا چاہیے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ ہر قسم کی خطا سے پاک اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے:

(الف) انسان (ب) جن

(ج) فرشتے (د) حیوانات

۲۔ حضور ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آئے:

(الف) حضرت جبرائیل علیہ السلام (ب) حضرت میکائیل علیہ السلام

(ج) حضرت عزرائیل علیہ السلام (د) حضرت اسرافیل علیہ السلام

۳۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا:

(الف) شک کی بنا پر (ب) تکبر کی بنا پر

(ج) احساسِ کمتری کی بنا پر (د) بنا کسی وجہ کے

۴۔ جہنم کے داروغہ کا نام ہے:

(الف) رضوان علیہ السلام (ب) عزرائیل علیہ السلام

(ج) مالک علیہ السلام (د) اسرافیل علیہ السلام

۵۔ فرشتوں پر ایمان رکھنے سے انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(الف) نیک اعمال کا ذوق بڑھتا ہے۔ (ب) محنت و مشقت کا شوق ہوتا ہے۔

(ج) انسانوں کی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔ (د) فرشتوں کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ لفظ ملائکہ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ کراماً کاتبین کن کو کہا جاتا ہے؟

۳۔ فرشتوں کی تین صفات لکھیں۔

۴۔ نمازِ جمعہ کے موقع پر فرشتوں کو کیا ذمہ داری دی جاتی ہے؟

www.ilmkidunya.com

۵۔ فرشتوں پر ایمان لانے سے انسان میں عاجزی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ عقیدۂ ملائکہ اور اس کی اہمیت پر تفصیلاً لکھیں۔

۲۔ فرشتوں کی صفات پر روشنی ڈالیں۔ نیز بتائیں کہ ہم کس طرح عقیدۂ ملائکہ پر اپنا ایمان پختہ کر سکتے ہیں؟

۳۔ فرشتوں کے نام اور ان کی مختلف ذمہ داریوں کا جائزہ لیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ملائکہ سے متعلق مستند کتب کا مطالعہ کریں۔
- طلبہ گروپ کی صورت میں دنیا، حفاظت، موت، قبر اور آخرت سے متعلق ملائکہ کے کردار و ذمہ داریوں کی معلومات جمع کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- مندرجہ ذیل میں سے ملائکہ کی صفات کی نشاندہی کریں۔

عبادتِ الٰہی	کھانا، پینا، سونا	اطاعتِ امرِ الٰہی	وحی لے کر آنا	نکاح و اولاد	خدا کے فیصلے نافذ کرنا

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو بتایا جائے کہ ہم کس طرح عقیدۂ ملائکہ پر اپنا ایمان پختہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اس نوری مخلوق کا ادب و احترام کرنے والے بن سکتے ہیں۔
- "فرشتے سے بڑھ کر ہے انسان بننا۔۔۔ مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ" کے موضوع پر تقریری مقابلے کا اہتمام کیا جائے۔

www.ilmkidunya.com

کتبِ سماویہ پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

آسمانی کتب اور صحائف پر ایمان پختہ کرتے ہوئے قرآن مجید کو ہدایت کا آخری اور ابدی سرچشمہ سمجھ سکیں اور اپنی زندگیوں کو اس کی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- آسمانی کتب اور صحائف کے جامع تعارف اور نزول کے مقصد سے آگاہ ہو سکیں۔
- وحی کو بطور مستند اور قطعی ذریعہ سمجھ سکیں۔
- عقیدہ آسمانی کتب اور صحائف کے نقلی اور عقلی دلائل کو سمجھ سکیں۔
- آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات اخذ کر سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اس بات پر یقین رکھ سکیں کہ گزشتہ آسمانی کتب کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور قرآن مجید ہی واحد آخری آسمانی کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔
- قرآن مجید کی تعلیمات کی اہمیت جان کر ان پر عمل کر سکیں۔

تعارف

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے، اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض پر کتابیں اور بعض پر صحائف نازل فرمائے۔ ان تمام کتابوں اور صحائف کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ ہونے پر سچے دل سے ایمان لانا ایمان بالکتب یا کتبِ سماویہ پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔ اس عقیدے کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ (سورۃ النساء:136)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ پر اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اُس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائی اور اُن کتابوں پر جو اُس نے پہلے نازل فرمائیں"۔

تمام آسمانی کتابوں میں کئی تعلیمات مشترک تھیں جن میں عقیدۂ توحید سرِفہرست ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان آسمانی کتب میں انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے لیے تعلیمات بھی تھیں۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ سابقہ کتب کو ان کے ماننے والوں نے تبدیل کر دیا۔ اب وہ کتابیں اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہیں۔ مگر قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے۔ قرآن مجید میں قیامت تک کوئی بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

> **ارشادِ باری تعالیٰ**
>
> اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ
>
> ترجمہ: "بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں" (سورۃ الحجر:9)

مشہور آسمانی کتب

قرآن مجید میں ہمیں چار آسمانی کتب کے نام ملتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

- **تورات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- **زبور:** حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

- **انجیل:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔
- **قرآن مجید:** نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہوا۔

مقاصد

تمام انبیا کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان، حضرت آدم علیہ السلام کو نبی بنا کر دنیا میں بھیجا تاکہ آپ علیہ السلام کی اولاد حق اور باطل، سچ اور جھوٹ میں فرق کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ جانیں۔ مگر آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو شرک چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تلقین کی۔ اسی طرح جب بھی کوئی قوم حق کے راستے سے بھٹک کر شرک اور ظلم کی راہ پر چل پڑتی اور اس معاشرے میں برائیاں عام ہو جاتیں، تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنا پیغام نازل کرتے۔ ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت سے قبل بھی، دنیا برائیوں میں ڈوب چکی تھی، عدل و انصاف کا فقدان تھا، لوٹ مار، ظلم و جبر عام تھا۔ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے لوگ کفر و شرک کے راستے پر چل پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صحرائے عرب میں ایک ایسے نبی کو اپنا آخری کلام دے کر بھیجا، جس نے معاشرے سے ظلم و جہل کے بادل ہٹائے اور دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔

جب حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس تھی تو آپ ﷺ مکہ مکرمہ شہر سے باہر ایک غار میں غور و فکر اور یادِ الٰہی کے لیے تشریف لے جاتے۔ یہیں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیجا۔ وحی اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے نبیوں تک پہنچاتے ہیں۔ وحی کے الفاظ کلام الٰہی ہوتے ہیں اور اس اُمت کے لیے احکام کا درجہ رکھتے ہیں۔

دلائل

کسی بھی کلام کی اہمیت کلام کرنے والے پر منحصر ہوتی ہے۔ جب کلام کائنات کے خالق کا ہو تو وہ کلام اہمیت کی معراج پر ہوتا ہے۔ اس کلام کے مقابلے میں دنیا کا ہر کلام بے معنی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں بسنے والا ہر انسان چاہے وہ جتنی بھی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کرنے والا ہو، کلام اللہ کا مقابلہ کسی صورت نہیں کر سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر قرآن نازل فرمایا تو اہلِ عرب جو ساری دنیا میں فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، ششدر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہ تو کہیں تضاد ممکن ہے اور نہ ہی کوئی خطا کا تصور ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تاثیر دنیا و مافیہا کے ہر کلام سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام کا واقعہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور پر تاثیر ہونے کی دلیل ہے۔

آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات

تمام تر آسمانی کتب میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تعلیم تھی۔ تمام انبیا کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو اسی بات کی تعلیم دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو اچھے اور نیک اعمال کی تلقین بھی تمام آسمانی کتب کا حصہ رہی ہے۔ ان کتب میں عقیدۂ آخرت کا درس اور انسان کو اپنی آخرت کی تیاری کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف میں کیا تھا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں ساری باتیں عبرت کی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تعجب ہے اس شخص پر جسے موت کا یقین ہے پھر بھی وہ (برائی کر کے) خوش ہوتا ہے! تعجب ہے اس شخص پر جسے جہنم کا یقین ہے، پھر بھی وہ (گناہ کر کے) ہنستا ہے! اور تعجب ہے اس شخص پر جسے تقدیر پر یقین ہے پھر

www.ilmkidunya.com

بھی وہ (دنیا کے لیے) تھکتا ہے! اور تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلابات دیکھتا ہے پھر بھی اس پر مطمئن ہوتا ہے! اور تعجب ہے اس شخص پر جسے حساب کا یقین ہے پھر بھی وہ نیک عمل نہیں کرتا برے کام کرتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: 361)

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾ (سورۃ الاعلیٰ: 14-19)

ترجمہ: ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔ اور جس نے اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز ادا کی۔ مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالاں کہ آخرت بہت بہتر اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔ یقیناً یہ (تعلیم) پہلے صحیفوں میں (بھی) ہے۔ (یعنی) ابراہیم (علیہ السّلام) اور موسیٰ (علیہ السّلام) کے صحیفوں میں۔''

پس ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر اپنا کامل یقین رکھیں۔ مگر چوں کہ پچھلی کتابیں تحریف کا شکار ہو چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہدایت کا ذریعہ قرآن مجید کو قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم قرآن مجید کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہوں اور اس کے اصولوں کو اپنے لیے ضابطۂ حیات بنائیں، تاکہ ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ ایمان بالکتب سے مراد ہے:

(الف) ہر مذہبی کتاب پر یقین رکھنا
(ب) قرآن مجید پر یقین رکھنا
(ج) تمام آسمانی کتب پر یقین رکھنا
(د) تمام اسلامی کتب پر یقین رکھنا

۲۔ آسمانی کتب نازل کرنے کا مقصد تھا:

(الف) انسان کو محنت کا درس دینا
(ب) انسان کو دنیا کا حاکم بنانا
(ج) انسان کو ہدایت کا راستہ دکھانا
(د) انسان کو فرشتوں پر فضیلت دینا

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کس بات کی سب سے زیادہ تبلیغ کی؟

(الف) صبر و تحمل کا
(ب) اتفاق و اتحاد کا
(ج) اخوت و رواداری کا
(د) ایک اللہ کی عبادت کا

۴۔ قرآن مجید کی کون سی صفت سے متاثر ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا؟

(الف) ابدی و لافانی تعلیمات والا کلام
(ب) مکمل ضابطۂ حیات رکھنے والا کلام
(ج) پُر تاثیر اور فصاحت و بلاغت والا کلام
(د) مشرکین کی بداعمالیاں بیان کرنے والا کلام

۵۔ تمام آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات میں سے سب سے نمایاں ہیں:

(الف) توحید اور آخرت　(ب) نماز پنجگانہ اور روزہ　(ج) حج اور زکوٰۃ و عشر　(د) جہاد اور غزوات

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحائف میں تھیں:

(الف) علم کی باتیں　(ب) جنت و جہنم کی باتیں　(ج) اجر و ثواب کی باتیں　(د) عبرت کی باتیں

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ ایمان بالکتب سے کیا مراد ہے؟

۲۔ پچھلی آسمانی کتب کی مکمل پیروی کیوں ممکن نہیں؟

۳۔ آسمانی کتب کے نہ ہونے سے انسان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

۴۔ ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کا کیا نقشہ تھا؟

۵۔ قرآن مجید کی فضیلت پر ایک آیتِ کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ ایمان بالکتب اور اس کی اہمیت پر تفصیلاً لکھیں۔

۲۔ آسمانی کتب کے نزول کے مقاصد اور دلائل پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ آسمانی کتب کی مشترکہ تعلیمات سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے، وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- عقیدۂ آسمانی کتب سے متعلق سبق کے علاوہ معلومات تلاش کر کے کمرۂ جماعت میں پیش کریں۔
- قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب کی خصوصیات کا موازنہ کریں۔
- قرآن مجید کے مندرجہ ذیل مضامین کی نشاندہی کریں۔ کسی ایک سورۃ کا حوالہ تحریر کریں۔

مضامین	تخلیقِ کائنات کا ذکر	حیوانات کا ذکر	فلکیات کا ذکر	نباتات کا ذکر	جنات کا ذکر	ملائکہ کا ذکر
حوالہ سورۃ						

برائے اساتذہ کرام

- آسمانی کتب کی آفاقی اور ابدی تعلیمات کے موضوع پر مباحثے کا اہتمام کیا جائے۔
- کسی مہمان مقرر سے تقریر کا اہتمام کیا جائے تاکہ طلبہ کا اس بات پر یقین پختہ ہو سکے کہ گزشتہ آسمانی کتب کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور قرآن مجید ہی واحد آخری آسمانی کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔

www.ilmkidunya.com

آخرت پر ایمان

حاصلاتِ تعلّم

آخرت، برزخ، حشر نشر، میزان، شفاعت، حوضِ کوثر، جنت، جہنم کے بارے میں جان کر اس پر ایمان پختہ کر سکیں۔ حیات بعد الموت کی کامیابی کو مقصد قرار دیتے ہوئے اس کی تیاری کر سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
• عقیدۂ آخرت کے جامع تعارف اور اس کے عقلی و نقلی دلائل سے آگاہی حاصل کر سکیں۔	• دنیا کے عارضی ہونے اور عقیدہ آخرت پر ایمان پختہ کر کے فکرِ آخرت کو اپنی زندگی کا اولین مقصد بنا سکیں۔
• برزخ، حشر نشر، میزان، پل صراط، شفاعت اور حوض کوثر کے تصورات کو سمجھ سکیں۔	• عقیدۂ آخرت کے تناظر میں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے والے اور برائیوں سے اجتناب کرنے والے بن کر حصول شفاعت کی کوشش کر سکیں۔
• جنت اور جہنم کی زندگی کا موازنہ کر سکیں۔	
• عملی زندگی میں عقیدہ آخرت کی اہمیت اور اس کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔	

تعارف

تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اپنے دنیا میں کیے گئے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا اور اس کے مطابق اللہ تعالیٰ اسے سزا و جزا دیں گے۔ یہ عقیدہ اسلام میں عقیدۂ آخرت کہلاتا ہے اور اسلام میں اس عقیدے پر یقین رکھنا ایمان کا اہم حصہ ہے۔ لفظ آخرت کا معنی ہے "بعد میں آنے والی چیز"۔ اس عقیدے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

(سورۃ الجاثیہ: 26)

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) فرما دیجیے کہ اللہ ہی تمھیں زندگی عطا فرماتا ہے پھر وہی تمھیں موت دے گا پھر وہی تمھیں قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

موت کے بعد ہر انسان کو مختلف مراحل سے گزرنا ہوگا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

برزخ

موت کے بعد انسان قیامت آنے تک جس مرحلے میں رہتا ہے، اسے برزخ کہا جاتا ہے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے روح قبض کرنے کے بعد انسان کی روح عالمِ برزخ میں پرواز کر جاتی ہے۔ نیک اعمال کرنے والے برزخ میں بھی آرام و سکون میں رہیں گے، جبکہ بد اعمال لوگوں کے لیے عالمِ برزخ میں ہی تکالیف کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

یومِ قیامت

یہ دنیا جو اپنی آب و تاب کے ساتھ قائم ہے، ایک دن ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ حکم کرے گا اور دنیا اور اس میں بسنے والی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ عالمِ برزخ سے تمام روحوں کو قیامت کے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا اور حساب و کتاب کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ میزانِ عدل قائم کریں گے جس پر ہر انسان کے ہر عمل کو تولا جائے گا۔ ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں اس کی برائیاں رکھ کر تولی جائیں گی۔ اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو انسان کے لیے جنت لکھ دی جائے گی اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو اس کے لیے جہنم لکھ دی جائے گی۔ اس متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (سورۃ الأنبیاء: 47)

ترجمہ: ''اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے تو کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اسے (بھی) لے آئیں گے اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔''

حوضِ کوثر

قیامت کے دن جہاں انسان گرمی کی شدت کی وجہ سے سخت پیاس میں مبتلا ہو گا، وہاں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو حوضِ کوثر عطا فرمائیں گے۔ ساقیِ کوثر ﷺ اس حوض سے اپنی اُمت کے پیاسے لوگوں کو جام پلائیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر اور پیالے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں، جو انسان اس سے پیے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا اور اس سے پی کر جانے والا انسان ہمیشہ سیراب رہے گا''۔ (صحیح مسلم: 400)

شفاعتِ رسول ﷺ

قیامت کے دن جب ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ ہر کوئی اپنے حساب کی فکر میں ہو گا حتّٰی کہ ماں بھی اپنی اولاد کو نہ پہچانے گی۔ گرمی کی شدت ہو گی اور کچھ لوگ اپنے ہی پسینے میں ڈوب رہے ہوں گے۔ اس وقت لوگ بے قرار ہو کر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام جلیل القدر انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔ مگر سب انبیاء کرام علیہم السلام ان سے یہی کہیں گے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے پاس جاؤ۔ اس عالم میں نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی ایک ایسی شخصیت ہو گی جو سب کی ڈھارس بندھائے گی اور گناہگاروں کے لیے امید کا باعث بنے گی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شافعِ محشر ﷺ اپنی اُمت کے گناہ گار لوگوں کی شفاعت طلب فرمائیں گے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے میرے محبوب! شفاعت کیجیے، آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ ﷺ

www.ilmkidunya.com

فرمائیں گے "میری اُمت! میری اُمت!"۔ اس پر حکم ہوگا کہ جائیں اور جہنم سے نکال لائیں جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ (صحیح بخاری: 7072)

پل صراط

پل صراط جہنم کے اوپر واقع ایک نہایت باریک اور تیز دھار پل ہے، جس کے اوپر سے ہر انسان کو گزرنا ہوگا۔ نیک اور صالح لوگ اس پل سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت آسانی سے گزر کر جنت تک پہنچ جائیں گے۔ جبکہ بداعمال لوگوں کے لیے یہ نہایت مشکل مرحلہ ہوگا۔ وہ اس باریک پل سے اوندھے منھ جہنم میں گر پڑیں گے۔ پل صراط کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہنّم پر ایک پُل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اس پر لوہے کے کُنڈے اور کانٹے ہیں جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ اُسے پکڑیں گے۔ لوگ اُس سے گزریں گے، بعض پلک جھپکنے کی طرح، بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض بہترین اور اچھے گھوڑوں اور اُونٹوں کی طرح (گزریں گے) اور فرشتے کہتے ہوں گے: "ربِّ سَلِّم، ربِّ سَلِّم" (یعنی اے پروردگار سلامتی سے گزار، اے پروردگار سلامتی سے گزار) بعض مسلمان نجات پائیں گے، بعض زخمی ہوں گے، بعض اوندھے ہوں گے اور بعض منھ کے بل جہنّم میں گر پڑیں گے۔ (مسند احمد: 24847)

> **ارشادِ باری تعالیٰ**
>
> اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ
>
> ترجمہ: "کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تمھیں ہمارے پاس واپس نہیں لایا جائے گا؟ (سورۃ المومنون: ۱۱۵)

جنت و جہنم

روزِ قیامت حساب و کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو اپنے وعدے کے مطابق جنت میں داخل کرے گا اور برے لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا جہاں انھیں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ چیز تیار کر رکھی ہیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اُن کا کبھی خیال گزرا ہے (صحیح بخاری: 3244)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بدکار لوگوں کے لیے جہنم کا ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ اس قدر سخت عذاب ہوگا کہ خود اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی اس سے پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

عقیدۂ آخرت کے عملی زندگی پر اثرات

عقیدۂ آخرت کے انسان کی عملی زندگی پر مرتب ہونے والے چند ایک اثرات درج ذیل ہیں:

احساسِ ذمہ داری: عقیدۂ آخرت پر پختہ یقین انسان کو ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ جس سے وہ برائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

جرأت و بہادری: عقیدۂ آخرت انسان میں جرأت و بہادری کا جذبہ پیدا کرتا ہے جس سے وہ برائیوں کے خلاف ڈٹ جاتا ہے۔

صبر و تحمل: عقیدۂ آخرت پر پختہ ایمان رکھنے سے انسان تکلیفوں اور مصیبتوں میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔

نیکی سے رغبت اور برائیوں سے نفرت: عقیدۂ آخرت پر پختہ ایمان رکھنے والا نیکیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے متنفر ہو جاتا ہے۔ وہ جھوٹ سے نفرت اور سچ سے محبت کرتا ہے۔

مال سے رغبت کا خاتمہ: اس عقیدے پر ایمان رکھنے والے کی بے جا مال و دولت کی رغبت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی زندگی سے مطمئن رہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی آخرت کی تیاری کرتے رہیں اور اس دنیا کے عارضی ہونے کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ اُخروی زندگی کے خوف سے اپنے اعمال درست رکھنے میں ہی ہماری نجات کا سامان ہے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ اپنے پیاروں کی موت دیکھ کر انسان کو احساس ہوتا ہے:

(الف) دکھ اور تکلیف کا (ب) بیماریوں کا

(ج) اپنی کمزوریوں کا (د) دنیا کی بے ثباتی کا

۲۔ موت کے بعد انسان کی روح پرواز کر جاتی ہے:

(الف) قبر میں (ب) میدانِ حشر میں

(ج) عالمِ برزخ میں (د) جنت یا جہنم میں

۳۔ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ شفاعت فرمائیں گے:

(الف) امت کے نیکوکاروں کی (ب) امت کے گناہگاروں کی

(ج) تمام امتِ مسلمہ کی (د) تمام بنی نوع انسانوں کی

۴۔ عقیدۂ آخرت پر عمل کرنے سے زندگی پر اثر پڑتا ہے:

(الف) محنت کرنے کا شوق بڑھتا ہے (ب) دنیا میں کامیابی کا جذبہ بڑھتا ہے

(ج) زندگی سے جی اکتا جاتا ہے (د) نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہوتا ہے

۵۔ حوضِ کوثر سے پینے کے بعد لوگوں پر کیا اثر ہوگا؟

(الف) ہمیشہ کے لیے سیراب ہو جائیں گے (ب) صغیرہ گناہ ختم ہو جائیں گے

(ج) پینے کی طلب بڑھ جائے گی (د) کبیرہ گناہ ختم ہو جائیں گے

۶۔ پل صراط واقع ہے:

(الف) جنت کے اوپر (ب) جہنم کے اوپر

(ج) عالمِ برزخ میں (د) میدانِ قیامت میں

www.ilmkidunya.com

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ قرآن مجید میں آخرت کو کن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے؟

۲۔ دنیا میں موت دیکھنے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

۳۔ برزخ کی زندگی سے کیا مراد ہے؟

۴۔ میزانِ عدل کسے کہتے ہیں؟

۵۔ ایک گناہ گار امتی کے لیے آخرت میں نبی کریم ﷺ کس طرح مدد فرمائیں گے؟

۶۔ عقیدۂ آخرت پر ایک حدیث کا ترجمہ تحریر کریں۔

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کا تصور تفصیلاً بیان کریں۔

۲۔ موت کے بعد انسان جن جن مراحل سے گزرتا ہے، ان کا تفصیل سے تذکرہ کریں۔

۳۔ اس بات کا جائزہ لیں کہ عقیدۂ آخرت پر پختہ یقین رکھنے سے انسان کی دنیاوی زندگی میں کیا کیا تبدیلیاں آتی ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- عقیدۂ آخرت سے متعلق قرآن وحدیث سے معلومات تلاش کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- عقیدۂ آخرت سے متعلق مستند دینی کتب کا مطالعہ کریں اور مذکورہ موضوعات کے حوالہ جات تحریر کریں۔
- جنت اور جہنم کی زندگی کا موازنہ پر مبنی چارٹ بنائیں، جس میں ان کے نام، وسعت، ملائکہ کے نام، دروازوں کی تعداد وغیرہ کا ذکر ہو۔

عالمِ برزخ	عالمِ حشر	جنت یا جہنم	عالمِ دنیا	عالمِ ارواح	بطنِ مادر

برائے اساتذہ کرام

- کسی مہمان مقرر سے گفتگو کا اہتمام کریں کہ ہم کن اعمال کی بدولت قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے حقدار ہو سکتے ہیں۔
- حوضِ کوثر کا تذکرہ سورہ کوثر اور دیگر بہت سی احادیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان کریں اور جماعت میں کوئز مقابلے کا اہتمام کریں۔

www.ilmkidunya.com

عبادات

فلسفۂ نماز

حاصلاتِ تعلّم

نماز کے فلسفے اور اس کی معاشرتی اہمیت واثرات کو سمجھتے ہوئے نماز کی پابندی کر سکیں۔ نیز اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- نماز کی اہمیت، فلسفے اور احکام کو سمجھ سکیں۔
- نماز میں خشوع وخضوع اور اخلاص کی اہمیت کا ادراک کر سکیں۔
- نماز کے روحانی وجسمانی فوائد اور معاشرتی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- عملی زندگی میں نماز باجماعت کی پابندی کر سکیں۔
- خشوع وخضوع اور اخلاص کے ذریعے تزکیہ نفس کر سکیں۔

اہمیت

"نماز" اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ نماز کو عربی میں صلٰوۃ کہتے ہیں، جس کے معنی ہیں دعا۔ نماز شبِ معراج کے موقع پر مسلمانوں پر فرض کی گئی۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن میں پانچ مرتبہ نماز فرض ہے۔ قرآن وحدیث میں نماز کا کثرت سے ذکر اس کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (سورۃ البقرہ:43)

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ فرض نمازوں کے علاوہ نمازِ تہجد، نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت کا بھی اہتمام فرماتے اور پھر خاص مواقع پر اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار کے لیے نماز ہی کو ذریعہ بناتے۔ سورج گرہن یا چاند گرہن ہوتا تو مسجد تشریف لے جاتے۔ نماز کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت اُمّت کو جن چیزوں کی وصیت فرمائی ان میں سے ایک نماز ہے۔ حتّٰی کہ آخری الفاظ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر بار بار آتے تھے وہ یہی تھے کہ نماز کو لازم پکڑو اور اپنے غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ (سنن ابو داؤد، حدیث: ۵۱۵۶)۔ نماز کی پابندی کرنا ایک نہایت بابرکت اور افضل عمل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے ساتھ ساتھ بے شمار فضیلتیں ملتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نماز کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھنا۔" (صحیح مسلم:85)

www.ilmkidunya.com

فلسفہ نماز

اسلام کے تمام تر قوانین اور تعلیمات کے پیچھے کئی فلسفے ہیں جن کی وجہ سے انھیں نافذ کیا گیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں بعض فلسفوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی فلسفے رکھے ہیں۔ کئی ایسی حکمتیں اور راز ہیں جو نماز قائم کرنے کے پیچھے پوشیدہ ہیں۔ نماز کے ان فلسفوں میں سے سب سے اہم فلسفہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (سورۃ طہٰ:14)

ترجمہ: "اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو"۔

> **ارشادِ باری تعالیٰ**
>
> قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝
>
> الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝
>
> ترجمہ: "یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں"
>
> (سورۃ المومنون:2-1)

نماز ادا کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہی نماز کا اصل فلسفہ ہے اور یہی وہ اصول ہے جو انسان کو تمام تر مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلا سکتا ہے۔ نماز انسان کے لیے ایک ایسا ذریعہ بنا دیا گیا ہے جو اسے ان تمام مسائل سے نجات دلا کر اسے خالق کی یاد سے جوڑ دیتی ہے۔ نماز ہی سے انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نماز کا ایک فلسفہ انسان کو برائی سے روکنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ نمازی جب نماز ادا کرنے کے لیے تکبیر بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی کا اقرار کرتا ہے۔ پھر نماز کے دوران روزِ قیامت کا اقرار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے پر چلنے کی دعا کرتا ہے۔ یوں انسان جب نماز کو اپنی زندگی کا ایک لازمی حصہ بنا لیتا ہے تو اس کا دل برائیوں سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے جڑ جاتا ہے۔ یہی وہ یاد ہے جو انسان کو دنیا و آخرت کے ہر امتحان میں کامیاب و کامران کر دیتی ہے۔

نماز میں خشوع و خضوع اور اخلاص

اسلام میں نماز محض چند افعال کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسی جامع عبادت ہے جو انسان کے دل کو اپنے پروردگار کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔ حدیثِ پاک میں اسے مومن کی معراج قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ اسی صورت ممکن ہے اگر نماز خشوع خضوع اور اخلاص کے ساتھ ادا کی جائے اور انسان دنیا کی سوچوں سے آزاد ہو کر اپنا قبلہ اپنے رب کی طرف کرے۔ نماز صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ادا کی جائے، اس میں ریاکاری اور دکھاوے کا کوئی بھی پہلو نہ ہو۔ اگر نماز سے اخلاص خالی ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجۂ قبولیت نہیں پاتی کیونکہ ہر عمل کا دارومدار انسان کی نیت پر ہے۔ اگر نیت ہی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے، تو چاہے جتنا بھی لمبا قیام ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس متعلق ارشاد فرمایا کہ "کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ جنھیں نماز میں سوائے تھکاوٹ اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا" (سنن ابن ماجہ:169)۔ اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرزِ عمل بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز کے دوران اس قدر پرسکون اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن ہوتے کہ اگر کوئی چڑیا بھی اوپر بیٹھ جاتی تو انھیں خبر نہ ہوتی۔

جسمانی اور روحانی فوائد

نماز میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار دینی اور دنیوی فوائد رکھے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

گناہوں اور برائیوں سے نجات: نماز پڑھنے سے انسان کا دل گناہوں اور برائیوں سے بے زار ہو جاتا ہے۔ نہ صرف نماز انسان کے لیے برائیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے، بلکہ یہ انسان کو کئی بلاؤں اور پریشانیوں سے بھی نجات دلاتی ہے۔

رزق اور صحت میں برکت: نماز رزق میں فراوانی کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ کئی ایسی بیماریاں اور پریشانیاں ہیں جو نماز سے ٹل جاتی ہیں۔ ہمارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز میں شفاء ہے (مسند احمد: 390)۔

شیطان سے حفاظت: نماز ہی قہرِ الٰہی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ نماز انسان کو شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھتی ہے۔ جب تک انسان نماز کی پابندی کرتا ہے، شیطان اُس سے دور رہتا ہے۔ جیسے ہی انسان نماز ترک کر دیتا ہے، شیطان اسے اپنے جال میں جکڑ لیتا ہے۔

جہنم سے نجات: نماز مسلمان کے لیے جہنم سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ نماز کی پابندی کرنے والے شخص کے لیے جہنم سے نجات کی بشارت ہے۔

جسمانی و ذہنی تازگی: اس کے ساتھ ساتھ نماز انسان کو دنیا میں ہی کئی فیوض و برکات سے نواز دیتی ہے۔ انسان جب نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو اس سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور اس کا جسم تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ اس سے ذہن کو تازگی ملتی ہے اور انسان کا دل و دماغ تقویت پاتے ہیں۔

معاشرتی فوائد و اثرات

نماز ایک بدنی عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معاشرتی عبادت بھی ہے۔ تنہا نماز پڑھنے کی بجائے مسلمانوں کو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے سے نہ صرف اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے، بلکہ کئی ایسے معاشرتی فوائد ہیں جو اس سے جڑے ہیں۔ مسلمان جب نماز کے لیے مسجد میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے حالات سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ یوں یہ ایک دوسرے کے حال سے واقف رہنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نماز معاشرے کے تمام فرق، ذات پات اور ناچاقیاں مٹانے کا بھی ایک ذریعہ ہے اور آپس میں اتحاد کو فروغ دیتی ہے۔ مسجد میں جب نماز کے لیے مسلمان جمع ہوتے ہیں تو ان میں بڑے، چھوٹے، امیر غریب کا فرق مٹ جاتا ہے۔ تمام مسلمان ایک صف میں کندھے سے کندھا ملا کر اپنے اتحاد کا اعلان کرتے ہیں اور اس سے آپس کی نااتفاقی مٹانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ پس ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم ہر کام پر نماز کو فوقیت دیں اور اس کے فلسفے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس کو زندگی کا حصہ بنائیں۔ اسی سے ہماری حقیقی فلاح ممکن ہے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ نماز ذریعہ ہے:

(الف) دولت کمانے کا (ب) برائیوں سے بچنے کا (ج) لوگوں میں نیکیاں ظاہر کرنے کا (د) دنیا میں مقام بنانے کا

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت اُمّت کو وصیت فرمائی:

(الف) صبر کی (ب) شکر کی (ج) زکوٰۃ کی (د) نماز کی

۳۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل ہے:

(الف) وقت پر نماز پڑھنا (ب) اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنا (ج) حاجیوں کی مدد کرنا (د) نفلی روزے رکھنا

۴۔ نماز کا اصل فلسفہ ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول (ب) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قیام

(ج) اتحاد و یگانگت کا عملی مظاہرہ (د) نیکی و پرہیزگاری کا مظاہرہ

www.ilmkidunya.com

۵۔ قرآن مجید کے مطابق وہ لوگ مراد کو پہنچے:

(الف) گڑ گڑا کر نماز پڑھنے والے (ب) لمبے سجدوں والی نماز پڑھنے والے

(ج) آدھی رات کو نماز پڑھنے والے (د) چھپ کر نماز پڑھنے والے

۶۔ ایک صف میں باجماعت نماز پڑھنے سے اظہار ہوتا ہے:

(الف) برابری و مساوات کا (ب) فخر اور بڑائی کا (ج) رحم دلی اور خدا ترسی کا (د) وقت کی پابندی کا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن کن موقعوں پر نماز ادا کرتے؟

۲۔ نماز کس طرح انسان کو برائیوں سے روکتی ہے؟

۳۔ نماز میں اخلاص سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا؟

۴۔ نماز کس طرح سے انسان کو شیطان سے بچاتی ہے؟

۵۔ نماز معاشرے سے ذات پات اور نااتفاقیوں کو ختم کرنے کا کس طرح ذریعہ ہے؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ نماز کی اہمیت و فضیلت پر تفصیلاً تحریر کریں۔

۲۔ اسلامی طرزِ زندگی میں نماز کے فلسفے پر مفصل طور پر تحریر کریں۔

۳۔ نماز میں اخلاص کی کیا اہمیت ہے؟ نیز نماز سے حاصل ہونے والے فوائد و معاشرتی اثرات پر روشنی ڈالیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نماز کے احکام اور مسائل اپنے استاد، گھر والوں یا اپنے علما کرام سے سیکھیں اور ان پر عمل کریں۔
- نماز باجماعت کی پابندی کرنے کے لیے آپ کون کون سی تدابیر اپناتے ہیں، تحریر کریں۔
- نماز باجماعت کے ذریعے مندرجہ ذیل میں سے آپ نے کون سی صفات واثرات محسوس کیے، نشاندہی کریں۔

وقت کی پابندی	نظم وضبط	خشوع وخضوع	عاجزی	اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس ہونا	مساوات	جسمانی چستی

برائے اساتذہ کرام

- نماز کے احکام و مسائل اور شرائط و واجبات سمجھانے کے لیے طلبہ کو مستند کتب کے مطالعے کی ترغیب دلائیں۔
- نماز بے حیائی اور برائی سے روکنے میں کیسی مددگار ہوتی ہے۔ اس موضوع پر تقریر کا اہتمام کریں۔
- نماز میں خشوع و خضوع اور اخلاص حاصل کرنے کے لیے کیے جانے والے اقدامات پر مذاکرے کا اہتمام کریں۔

www.ilmkidunya.com

فلسفۂ زکوٰۃ و صدقات

حاصلاتِ تعلم

زکوٰۃ و صدقات کی حکمتوں اور فلسفے کے بارے میں جان سکیں، اہم مسائل و آداب سمجھ سکیں اور صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اس پر عمل کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- زکوٰۃ کی فرضیت اور حکمتوں کو جان سکیں۔
- عشر اور خمس کے متعلق جان سکیں۔
- زکوٰۃ کے احکام و مسائل، آداب اور عاملین زکوٰۃ کی تحدید کو سمجھ سکیں۔
- زکوٰۃ و عشر اور خمس کی حکمت اور فضائل سے آگاہ ہو سکیں۔
- اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ و صدقات کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علماء کی مدد سے زکوٰۃ کا حساب کر سکیں۔
- زکوٰۃ و صدقات کو مستحقین تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔
- صدقات و رفاہِ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے بن سکیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت و حکمت

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مرد اور عورت پر فرض ہے۔ مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم ۲ ہجری میں آیا۔ زکوٰۃ کا شمار اسلام کی اہم ترین عبادات میں سے ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں قرآن مجید میں کئی آیات موجود ہیں۔ سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (سورۃ التوبہ: 103)

ترجمہ: "آپ (خاتم النبیین ﷺ) اِن کے مال میں سے صدقہ لیجیے تاکہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) انھیں پاک کریں اور اس کے ذریعہ ان کا تزکیہ کریں"۔

زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے جو مال کو پاک کر دیتی ہے۔ زکوٰۃ دینے سے مال کم ہونے کی بجائے اس میں برکت اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد معاشرے میں دولت کا توازن برقرار رکھنا ہے۔ شریعت نے زکوٰۃ کی تحصیل اور تقسیم کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد کی ہے تاکہ اجتماعی عبادت میں نظم اور باقاعدگی پیدا ہو۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر سخت وعید کا اعلان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ‌ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ (سورۃ التوبہ: 35)

ترجمہ: "جس دن اُس (سونے چاندی) کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں داغی جائیں گی اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا تو اب (اس کا) مزہ چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے"۔

عشر

> جو کھیت بارش یا نہر، نالے کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں دسواں حصہ عشر دینا واجب ہے اور جو کھیت چرخے، ڈول، نل، ٹیوب ویل یا پانی مشین وغیرہ سے سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ عشر دینا واجب ہے۔

عشر کے لغوی معنی ہیں دسواں حصہ۔ جبکہ اسلامی اصطلاح میں عشر سے مراد زرعی زمین کی پیداوار کا وہ دسواں حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا جاتا ہے۔ عشر کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔ زمین کی پیداوار چاہے کم ہو یا زیادہ، اس پر عشر دینا واجب ہے۔ عشر سال بھر میں کاشت کی جانے والی تمام فصلوں کی پیداوار پر دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی مالی عبادت ہے جو اسلام سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ:267)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! عمدہ چیزوں میں سے خرچ کیا کرو جو تم نے کمائی ہیں اور اُس میں سے جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا ہے“۔

خمس

خمس کے لغوی معنی ہیں پانچواں حصہ۔ جبکہ اسلامی اصطلاح میں مسلمانوں کا دورانِ جنگ دشمن پر غلبہ پا کر حاصل کیا جانے والا مال، جو کہ مالِ غنیمت کہلاتا ہے، اس مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کو خمس کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ معدنیات اور کانوں کے دفینوں میں سے نکالے جانے والے مال پر بھی خمس ادا کیا جاتا ہے۔

احکام و مسائل

زکوٰۃ صرف صاحبِ نصاب مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔ جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو، یا نقدی یا مالِ تجارت جو کہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسے مرد و عورت کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے صاحبِ نصاب ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل اور بالغ ہونا بھی ضروری ہے۔ مزید یہ کہ اس مال پر جب ایک سال گزر جائے تب اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ زکوٰۃ صرف ان لوگوں یا ان جگہوں پر دی جاسکتی ہے جن کی اجازت قرآن مجید میں ہمیں دی گئی ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (سورۃ التوبہ:60)

ترجمہ: ”بے شک زکوٰۃ تو (صرف) فقرا اور مسکینوں اور اس (کی تحصیل و تقسیم) پر مامور کارکنان اور (ان کے لیے ہے) جن کی تالیف قلب (مطلوب) ہو اور غلاموں کی آزادی میں اور قرض داروں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔“

ان کو مصارفِ زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں:

1. فقیر: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو، مگر اتنا نہیں کہ نصاب کو پہنچ جائے۔
2. مسکین: وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی لوگوں سے سوال کا محتاج ہو۔
3. عامل: وہ اشخاص جنھیں حکومت نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔

4. مولفۃ القلوب: اس سے مراد وہ نومسلم ہیں جو ابھی مسلمان ہوئے ہوں اُن کی تالیفِ قلب کے لیے زکوٰۃ کے مال سے مدد کی جاسکتی ہے۔
5. رقاب: رِقاب سے مراد ہے غلامی سے گردن رہا کرانا، لیکن آج کے دور میں غلامی کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے اس مدّ میں رقم صرف کرنے کی نوبت نہیں آتی ہے۔
6. غارم: غارم سے مراد مقروض ہے، یعنی اس پر اتنا قرض ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے۔
7. فی سبیل اللہ: فی سبیل اللہ کے معنی ہیں راہِ خدا میں خرچ کرنا، مثلاً دین کی سربلندی کے لیے جہاد فی سبیل اللہ میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔
8. ابن السبیل: ابن السبیل سے مراد مسافر ہے۔ مسافر کے پاس اگر مال ختم ہو جائے تو اس کو بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے اگرچہ اس کے پاس اس کے اپنے وطن میں مال موجود ہو۔

آدابِ عاملینِ زکوٰۃ

عاملین زکوٰۃ کو زکوٰۃ کے مال میں سے اجرت یا معاوضہ دیا جاسکتا ہے۔ یہ واحد مصرفِ زکوٰۃ ہے جس کا فقیر و مسکین ہونا ضروری نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی اجرت متوازن ہو۔ لیکن عاملین زکوٰۃ سے مراد بیت المال کا نگران عملہ نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جو دور دراز سے زرعی پیداوار اور مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور اسے حفاظت کے ساتھ بیت المال تک پہنچاتے ہیں۔

حکمت و فضائل

اسلام میں فرض کردہ ہر عبادت کے پیچھے بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ زکوٰۃ کو اگر دیکھا جائے تو اس میں بھی کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ان میں سب سے بڑھ کر زکوٰۃ مال اور نفس، دونوں کے تزکیہ کا باعث ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے آدمی کا بقیہ مال پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے دل میں مال کی محبت کم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اس کی مرضی کے کام انجام دینے اور اس کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کے ذریعے غریبوں کی امداد ہوتی ہے۔ معاشرے میں بھائی چارہ، ایثار، ہمدردی اور غم گساری کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ امیروں اور غریبوں کے درمیان خلیج کم ہوتی اور باہمی تعاون بڑھتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی معاشیات کا بنیادی اصول اور اہم ترین وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں مال صرف مال داروں کے درمیان محصور ہو کر نہیں رہتا، بلکہ وہ غریبوں تک بھی پہنچتا ہے اور اس کی گردش پورے معاشرے میں جاری رہتی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے غریب اور ناچار لوگوں کی دعائیں ملتی ہیں، جس سے انسان نہ صرف اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ نوازتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ

ارشادِ باری تعالیٰ

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

ترجمہ: اور میری رحمت ہر شے پر چھائی ہوئی ہے تو عنقریب میں اس (رحمت) کو لکھ دوں گا ان لوگوں کے لیے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں"۔ (سورۃ الاعراف: 156)

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ زکوٰۃ دینے سے مال پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(الف) کم ہو جاتا ہے (ب) پاک ہو جاتا ہے (ج) متوازن ہو جاتا ہے (د) ختم ہو جاتا ہے

۲۔ زکوٰۃ کا اوّلین مقصد ہے:

(الف) معاشرے میں مال کا توازن برقرار رکھنا (ب) مالداروں سے زبردستی مال نکلوانا

(ج) سب غریبوں اور مسکینوں کو مالدار کرنا (د) حکومتی کام چلانے کے لیے مال جمع کرنا

۳۔ عشر لاگو ہوتا ہے:

(الف) سونا چاندی پر (ب) زرعی پیداوار پر (ج) نقد مال و دولت پر (د) زرعی زمین پر

۴۔ وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو، یہاں تک کہ وہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے بھی لوگوں سے سوال کا محتاج ہو، کہلاتا ہے:

(الف) فقیر (ب) مسکین (ج) غارم (د) ابن السبیل

۵۔ درج ذیل میں سے کن لوگوں پر زکوۃ فرض نہیں ہے:

(الف) مالدار (ب) عاقل (ج) بالغ (د) مسافر

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ زکوۃ کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۲۔ عشر سے کیا مراد ہے؟

۳۔ زکوۃ کی فرضیت پر کوئی ایک آیتِ مبارکہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

۴۔ مصارفِ زکوۃ میں عامل اور رقاب سے کیا مراد ہے؟

۵۔ زکوۃ کے فضائل پر کوئی ایک حدیثِ مبارکہ بیان کریں۔

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ زکوۃ و عشر کی اہمیت و فضیلت تفصیلاً تحریر کریں۔

۲۔ زکوۃ کی حکمت تفصیلاً تحریر کریں۔ نیز زکوۃ کے نصاب اور مصارف پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ زکوۃ و عشر کس طرح معاشرے کی معیشت پر اثرانداز ہوتے ہیں، وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ اپنے گھر والوں، بزرگوں یا علماء کی مدد سے زکوۃ کا حساب کریں۔
- زکوۃ کے علاوہ فقراء و مساکین کی مدد کرنے کے دیگر طریقے اپنی نوٹ بک میں لکھیں۔
- زکوۃ و عشر کی حکمتیں تلاش کریں اور کمرا جماعت میں ساتھیوں کو بتائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- زکوۃ و صدقات غربت ختم کرنے اور معاشی توازن قائم رکھنے میں کیسے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر کمرا جماعت میں مباحثہ کا اہتمام کریں۔
- پاکستان میں حکومتی سطح پر زکوۃ اور عشر جمع کرنے اور اس کی تقسیم کے نظام کو سمجھانے کے لیے کسی پیشہ ور شخصیت کے ساتھ مذاکرے کا اہتمام کیا جائے۔
- عاملین زکوۃ کی شرائط اور احکام کے بارے میں مزید کتب کے مطالعے کا اہتمام کیا جائے۔

www.ilmkidunya.com

فلسفۂ صوم

حاصلاتِ تعلم

روزے کا مقصد، اہمیت و فضیلت اور ماہِ رمضان میں نبی کریم ﷺ کے معمولات سے واقفیت حاصل کر کے انہیں اپنی زندگی کا حصہ بنا سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
• روزہ کا فلسفہ، فرضیت، فضیلت، احکام و مسائل (ادا، قضا، کفارہ اور فدیہ) اور اقسام کو سمجھ سکیں۔	• آداب کے ساتھ روزہ رکھ کر تقویٰ اور صبر جیسی صفات اپنانے والے بن سکیں۔
• رمضان المبارک میں کیے جانے والے مسنون اعمال مثلاً قیام اللیل، کثرتِ صدقات، تلاوت قرآن، مسنون دعائیں، اعتکاف، شبِ قدر اور فطرانہ کی حکمتوں سے آگاہ ہو سکیں۔	• رمضان المبارک کے مسنون اعمال (تلاوت قرآن، اعتکاف، صدقہ و خیرات اور فطرانہ) وغیرہ کا اہتمام کرنے والے بن سکیں۔
• عملی زندگی پر روزہ کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔	

مفہوم

اسلام نے مختلف عبادات مسلمانوں پر فرض کی ہیں۔ ان میں سے ایسی ہی ایک عبادت روزہ ہے۔ روزے کو عربی زبان میں صوم کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں "کسی چیز سے رکنا"۔ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے اور فرض کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماہِ رمضان میں روزے کی نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور دیگر ممنوع افعال سے رک جانا روزہ کہلاتا ہے۔ روزہ رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق صبح صادق سے قبل کھانا کھایا جاتا ہے، جسے سحری کہا جاتا ہے۔ جبکہ غروبِ آفتاب کے وقت کچھ کھا پی کر روزہ کھولا جاتا ہے، جسے افطار کہا جاتا ہے۔ ماہِ رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ دیگر ایام میں بھی روزے رکھے جا سکتے ہیں جو کہ ایک مسنون اور اجر و ثواب سے بھرپور عمل ہے۔

فرضیت و فضیلت

اسلام میں روزہ ۲ ہجری میں فرض ہوا۔ جبکہ یہ ایک ایسی عبادت ہے جو اسلام سے پہلے دیگر امتوں پر بھی فرض کی گئی تھی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرہ: 183)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا کہ تم (نافرمانی سے) بچ سکو۔"

روزے کا بنیادی مقصد حصولِ تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ رمضان کے روزوں سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انسان کا نیک عمل دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک، اور آگے جتنا اللہ چاہے، بڑھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: روزہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔" (سنن ابن ماجہ: 1638)

روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے (سنن نسائی: 2230)

روزے کا فلسفہ

روزہ محض بھوکے اور پیاسے رہنے کا نام نہیں ہے، بلکہ روزہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر برے کام سے رک جانے کا نام ہے۔ وہ تمام اعمال جو عام دنوں میں ہمارے لیے جائز ہیں، ہم روزے کی حالت میں ان سے بھی رک جاتے ہیں۔ اس سے نہ صرف نفس پر قابو پانے کا درس ملتا ہے، بلکہ محبتِ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے۔ روزے کے دوران فضول بات چیت، جھوٹ بولنا، غیبت و چغلی کرنا، نماز کی پابندی نہ کرنا اور دیگر گناہوں سے باز رہنا بھی ضروری ہے۔ یاد رہے کہ یہ سب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوں، اس میں ریاکاری اور دکھاوے کا عنصر نہ ہو۔ اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جھوٹی (بری) بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری: 1903)

روزے کے احکام و مسائل

روزے کی اقسام

۱۔ رمضان کا روزہ، ۲۔ نذر معین کا روزہ، ۳۔ نفلی روزہ

روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ

روزہ توڑنے کی قضا لازم ہے، لیکن بلا عذرِ شرعی رمضان کا روزہ توڑنے پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی ہے جو کہ ساٹھ دن کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔

روزے کا فدیہ: روزہ رکھنے کی سکت نہ رکھنے والا روزہ کا فدیہ ادا کرتا ہے جو کہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

رمضان المبارک کے اعمال

رمضان المبارک میں مسلمان دن کو روزہ رکھنے کے علاوہ رات کو قیام کرتے ہیں، جسے تراویح بھی کہا جاتا ہے۔ تراویح میں ذوق و شوق کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی رمضان المبارک میں یہی معمول تھا کہ دن کو روزے کے ساتھ ساتھ رات کو دیر تک قیام فرماتے تھے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کا بہت اجر ہے۔ اس متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے رمضان میں بحالتِ ایمان ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے"۔ (صحیح بخاری: 37)

اس کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں دیگر نیکی کے کاموں کا ثواب بھی ستر گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے مسلمان اس ماہِ مقدس میں صدقات و خیرات کا بھی اہتمام کرتے ہیں اور دیگر مسلمانوں کے لیے سحر و افطار کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ رمضان المبارک کا ایک خاص عمل اعتکاف ہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ مسلمان دس دن کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر مسجد چلے جاتے ہیں جہاں وہ تلاوتِ قرآن مجید، قیام اللیل اور ذکر و اذکار میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل رات ہے۔ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔ ماہِ رمضان میں عید کی نماز سے پہلے پہلے غریب اور نادار مسلمانوں کو صدقۂ فطر بھی دیا جاتا ہے۔ صدقۂ فطر دینے کا مقصد ان نادار مسلمانوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہوتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

عملی زندگی پر اثرات

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کی زندگی پر کئی اثرات مرتب کرتی ہے۔ روزے سے انسان میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کی پیروی سے رک جاتا ہے اور صرف وہی اعمال کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ روزے کی حالت میں برائیوں سے رک جانا انسان کو دیگر ایام میں بھی برائیوں سے روکنے کا سبب بنتا ہے۔ روزہ انسان کے دل میں خوفِ خدا اور تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ روزہ انسان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک اور پیاس انسان کو معاشرے کے غریب اور نادار لوگوں کا احساس دلاتی ہے۔ وہ لوگ جن کو سال بھر پیٹ بھر کے کھانا نہیں مل پاتا، انسان ان کا درد سمجھ پاتا ہے اور ان کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پورے اہتمام اور اخلاص کے ساتھ رمضان المبارک کے روزوں اور دیگر مسنون عبادات کا اہتمام کریں تاکہ ہم اس ماہِ مبارک کی خصوصی برکات حاصل کر سکیں اور اپنے لیے توشۂ آخرت کا انتظام کر سکیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ حدیث مبارکہ کی رو سے روزہ کس چیز سے ڈھال ہے؟

(الف) جہنم کی آگ سے　　(ب) جنات کے شر سے

(ج) شیطان کے شر سے　　(د) سستی اور کاہلی سے

۲۔ آیتِ قرآنی کی روشنی میں روزے کا سب سے بڑا مقصد ہے:

(الف) کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا　　(ب) اللہ تعالیٰ کے منع کیے کاموں سے رک جانا

(ج) غریبوں اور ناداروں کو کھانا کھلانا　　(د) نظم و ضبط اور وقت کی پابندی کرنا

۳۔ صدقۂ فطر دیا جاتا ہے:

(الف) ناداروں کو عید میں شامل کرنے کے لیے　　(ب) روزے کا کفارہ ادا کرنے کے لیے

(ج) نفلی روزوں کی قبولیت کے لیے　　(د) اجتماعی افطار کے اہتمام کے لیے

۴۔ روزہ کس طرح عبادات میں اخلاص پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے؟

(الف) روزہ دار تہجد گزار بن جاتا ہے۔　　(ب) روزے کا حال لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

(ج) روزہ بھوک اور پیاس کا احساس دلاتا ہے۔　　(د) روزہ دار تمام بری عادات سے بچ جاتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

۵۔ رمضان المبارک میں شبِ قدر بہت اہم ہے کیونکہ:۔

(الف) یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہوتی ہے۔ (ب) اس رات خاص روزہ رکھا جاتا ہے۔

(ج) اس رات فرشتے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ (د) اس رات صدقات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اسلامی عبادات میں روزے کا بنیادی فلسفہ کیا ہے؟

۲۔ روزے کی کون کون سی اقسام ہیں؟

۳۔ روزہ ترک کرنے کے متعلق نبی کریم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

۴۔ رمضان المبارک میں روزہ توڑنے کا کیا کفارہ ہے؟

۵۔ شب قدر کی کیا اہمیت ہے؟

۶۔ روزے کا فدیہ کب اور کیسے ادا کیا جاتا ہے؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ روزے کی اہمیت و فضیلت پر تفصیلاً تحریر لکھیں۔

۲۔ رمضان المبارک میں کیے جانے والے مسنون اعمال اور ان کے مسائل پر روشنی ڈالیں۔

۳۔ رمضان المبارک کے اعمال اور روزے کے عملی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- روزہ کے احکام و مسائل (مفسدات، مکروہات) کی تفصیلات اپنے گھر، مساجد وغیرہ سے سیکھیں۔
- رمضان المبارک میں کیے جانے والے مسنون اعمال کی فہرست بنائیں اور ان اعمال کی فضیلت میں احادیث مبارکہ بھی جمع کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- روزہ سے تقویٰ کا حصول کیسے ہوتا ہے؟ اس موضوع پر مذاکرہ کا اہتمام کریں۔
- دیگر مذاہب میں روزے کے تصور اور تفصیلات کی معلومات مستند ذرائع سے حاصل کریں۔

www.ilmkidunya.com

فلسفۂ حج و قربانی

حاصلاتِ تعلم

مناسکِ حج، آداب اور حکمتوں کے بارے میں جان کر، اسے دین کا بنیادی ستون سمجھتے ہوئے صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں حج کرنے والے بن سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ: • حج کی فرضیت، حکمت اور فلسفے کو سمجھ سکیں۔ • حج کے احکام و مسائل (شرائط، مناسک، اقسام وغیرہ) جان سکیں۔ • قربانی کے فضائل، احکام اور مسائل سمجھ سکیں۔ • عملی زندگی پر حج کے انفرادی و اجتماعی اثرات کا جائزہ لے سکیں۔	طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ: • صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں آداب کے ساتھ حج اور قربانی کرنے والے بن سکیں۔ • فلسفۂ حج کو سمجھتے ہوئے اجتماعیت کی روح کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

فرضیت و اہمیت

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے اور دین اسلام میں حج ہر صاحب استطاعت عاقل و بالغ مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ (سورۃ آلِ عمران: 97)

ترجمہ: "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔"

زندگی میں کم سے کم ایک مرتبہ حج کی ادائیگی ہر صاحبِ استطاعت مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اس کے بعد جتنے بھی حج کیے جائیں گے ان کا شمار نفل حج میں ہو گا۔ جو شخص جان بوجھ کر اس سے کوتاہی کرے اس کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کو فریضۂ حج ادا کرنے میں کوئی ظاہری ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا روکنے والی بیماری (یعنی سخت مرض) نہ روکے اور وہ پھر (بھی) حج نہ کرے اور (فریضۂ حج کی ادائیگی کے بغیر ہی) مر جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی فکر نہیں ہے)" (سنن ترمذی: 812)

حج کی حکمت اور فلسفہ

اسلام کی ہر عبادت میں انسانی فلاح کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ اسی طرح حج کی عبادت میں انسان کے تزکیہ اور آخرت کی تیاری کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

1. دنیاوی مشاغل (مال، اولاد، کاروبار) انسان کو اس کے رب سے دور رکھتے ہیں۔ حج کی ادائیگی کے لیے ان سبھی کو کچھ عرصہ تک چھوڑ کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔
2. اسلام میں ایثار و قربانی قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ حج ایسا فریضہ ہے جو مالی اور بدنی قربانیاں چاہتا ہے۔ ظاہر ہے جب بندہ دو قربانیاں پیش کرنے پر راضی ہو جاتا ہے تو قربِ الٰہی کے دروازے بھی اس پر کھل جاتے ہیں۔
3. حج ہی ایسا فریضہ ہے جس کے ذریعہ دنیا بھر کے اہل ایمان ایک مقام پر جمع ہو کر ملت اسلامیہ کے دکھ درد کا علاج سوچ سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے قریب ہو سکتے ہیں۔
4. حج میں اسلامی مساوات کا نقشہ جس حسین انداز میں پیش کیا گیا ہے، دنیا بھر کے ادیان اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ امیر و فقیر، شاہ و گدا ایک ہی لباس میں بارگاہ الٰہی میں حاضر نظر آتے ہیں۔
5. حج میں مختلف قوموں اور ملکوں کے مسلمانوں کے درمیان باہمی اخوت و محبت، تعارف اور رشتہ اتحاد پیدا ہوتا ہے۔
6. کسی عبادت میں کسی خاص لباس میں حاضری نہیں، مگر حج میں ایک خاص لباس پہن کر حاضری ہوتی ہے۔ یہ لباس ظاہری شکل و شباہت میں کفن جیسا ہے، تا کہ حاجی موت کو یاد کرے اور توبہ و استغفار کرے۔
7. اسلام کی روح، احکام و فرائض کی جان اور شریعت کی پابندی کی روح اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ سے عشق و محبت ہے۔ حج ایسی عبادت ہے جس میں انبیا کرام علیہم السلام کی سنت سے محبت اور عشق کا اظہار ہے۔ احرام کا لباس، بیت اللہ شریف کا طواف، صفا مروہ کی سعی، منیٰ، عرفات مزدلفہ کی وادیوں میں گھومنا، رمی جمار، قربانی، یہ سبھی امور عشق و محبت کے مظاہر ہیں۔

حج کی شرائط

فرضیتِ حج کی پانچ شرائط درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مسلمان ہونا۔

۲۔ عاقل ہونا، پاگل مجنون پر حج فرض نہیں۔

۳۔ بالغ ہونا، نابالغ بچے پر حج فرض نہیں۔

۴۔ آزاد ہونا، غلام پر حج فرض نہیں۔

۵۔ حج کی استطاعت ہونا۔ استطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ حج محض ان افراد پر فرض ہے جو اس کی جسمانی و مالی استطاعت رکھتے ہوں۔ جبکہ عورت کے لیے شرعی محرم بھی لازم ہے، بغیر محرم کے اکیلے حج کے لیے جانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

www.ilmkidunya.com

حج کی اقسام

حج کی تین اقسام ہیں: (۱) حجِ قران (۲) حجِ تمتّع (۳) حجِ اِفراد

۱۔ حجِ قران: حجِ قران ادا کرنے والا "قارِن" کہا جاتا ہے۔ اس میں عمرہ اور حج کا اِحرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے مگر عمرہ کرنے کے بعد قارِن احرام نہیں کھول سکتا، بلکہ بدستور احرام میں رہتا ہے۔ دسویں یا گیارہویں یا بارہویں ذُوالحجہ کو قربانی کرنے کے بعد "حلْق" یا "قصر" کروا کے اِحرام کھول سکتا ہے۔

۲۔ حجِ تمتّع: یہ حج ادا کرنے والا "مُتمتّع" کہلاتا ہے۔ دوسرے ملکوں سے آنے والے عموماً حجِ تمتّع ہی کرتے ہیں۔ اس میں آسانی یہ ہے کہ اس میں عمرہ تو ہوتا ہی ہے لیکن عمرہ ادا کرنے کے بعد "حلْق" یا "قصر" کروا کے اِحرام کھول دیا جاتا ہے اور پھر آٹھ ذُوالحجہ یا اس سے قبل دوبارہ حج کا اِحرام باندھا جاتا ہے۔

۳۔ حجِ اِفراد: حجِ اِفراد کرنے والے حاجی کو "مفرِد" کہتے ہیں۔ اس حج میں "عمرہ" شامل نہیں ہوتا۔ اس میں صرف حج کا "اِحرام" باندھا جاتا ہے۔ اہلِ مکّہ اور اہلِ حِل یعنی میقات اور حُدودِ حرم کے درمیان میں رہنے والے باشندے عموماً "حجِ اِفراد" کرتے ہیں۔

مسلمانوں پر ہجرت کے نویں سال حج فرض ہوا اور نبی کریم ﷺ نے سنہ ۱۰ ہجری میں حج کیا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس حج میں حج کے تمام مناسک کو درست طور پر کر کے دکھایا اور اعلان کیا کہ خُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ یعنی اپنے مناسکِ حج مجھ سے لے لو (مسند احمد: 4430)۔ نیز اسی حج کے دوران میں اپنا مشہور خطبہ حجۃ الوداع بھی دیا اور اس میں دینِ اسلام کی اساسیات و قواعد واضح کیں اور دین کی تکمیل کا اعلان کیا۔

> **تلبیہ:**
>
> لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ، وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ
>
> ترجمہ: "میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں، بے شک حمد اور نعمت تیرے ہی لیے ہے اور ملک بھی، تیرا کوئی شریک نہیں"۔

احکام و مسائل

حج 8 ذی الحجہ سے 12 ذی الحجہ کے درمیان ادا کیا جاتا ہے اور ان پانچ دنوں کو ایامِ حج کہا جاتا ہے۔ انہی ایام میں حج کے تمام مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

- **8 ذالحجہ، منیٰ کی طرف روانگی:** میقات سے احرام باندھ کر حجاجِ کرام 8 ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں نماز فجر ادا کر کے سورج نکلتے ہی منیٰ کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں۔ سفر میں تلبیہ کی کثرت کی جاتی ہے۔ منیٰ پہنچ کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنے کے بعد رات یہیں قیام کرتے ہیں اور 9 ذی الحجہ کی نماز فجر بھی منیٰ میں ادا کرتے ہیں۔
- **9 ذی الحجہ، وقوفِ عرفات:** نمازِ فجر منیٰ میں ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر عرفات کی طرف روانگی ہوتی ہے اور عرفات میں ظہر و عصر کی نمازیں ظہر کے وقت ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔ میدانِ عرفات میں اسی قیام کو وقوفِ عرفات کہتے ہیں جو حج کا سب سے اہم رکن ہے۔
- **وقوفِ مزدلفہ:** اس دن غروبِ آفتاب کے وقت عازمین مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہو جاتے ہیں۔ مزدلفہ میں نمازِ عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ رات مزدلفہ میں ہی قیام ہوتا ہے۔
- **10 ذی الحجہ، منیٰ روانگی:** فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں توقف کرنا واجب ہے۔ بعد ازاں عازمین منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔ منیٰ پہنچ کر حجاج کرام کو تین واجبات بالترتیب ادا کرنے ہوتے ہیں، جن میں بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا اور سر منڈوانا شامل ہیں۔

- **طوافِ زیارت اور سعی:** حجاج کرام احرام کھولنے کے بعد مکہ مکرمہ میں چوتھا رکن طوافِ زیارت ادا کرتے ہیں۔ یہ حج کے فرائض میں شامل ہے اور 12 ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے تک جائز ہے۔ طواف زیارت کے بعد صفاو مروہ کی سعی کرنا واجب ہے۔
- **منیٰ واپسی:** طواف زیارت و سعی کے بعد دو رات اور دو دن منیٰ میں قیام کرنا سنت موکدہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں یا کسی اور جگہ رات گزارنا ممنوع ہے۔ گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو ایام رمی، کہتے ہیں۔ ان تینوں تاریخوں میں تینوں جمروں کی رمی کی جاتی ہے۔ رمی کا وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔
- **طوافِ وداع:** یہ حج کا آخری واجب ہے جو صرف میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے لگیں تو آخری طواف کر لیں۔
- **مدینہ منورہ روانگی:** مکہ مکرمہ میں مناسک حج کی تکمیل کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ کی حاضری کے لیے حجاج مدینہ منورہ روانہ ہو جاتے ہیں۔

قربانی

دس ذی الحجہ کو حجاج کرام منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ حجاج کرام کے علاوہ دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے تمام صاحبِ حیثیت مسلمان بھی دس ذی الحجہ کو قربانی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور اس دن عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ قربانی کا عمل سنتِ ابراہیمی کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ قربانی کا یہ عمل مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا ایک اظہار ہے۔ اپنے مال میں سے ایک قیمتی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربان کرنا ہی قربانی کا مقصد ہے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! ان میں ہمارے لیے کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مزید عرض کیا، اور اُون میں؟ تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔" (سنن ابن ماجہ: 3127)

حج کے عملی زندگی پر اثرات

حج کے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے انسان اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر ایک لمبے عرصے کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتا ہے، جس سے یہ اظہار ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ یوں حج کی عبادت انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور لگاؤ کو بڑھاتی ہے۔ حج ایک ایسی عبادت ہے جو مسلمانوں کے اتحاد اور یگانگت کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ دنیا کے ہر کونے سے مسلمان اپنے رب کے حضور مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر دنیا کو اپنے ایک ہونے کا پیغام دیتے ہیں۔ فضا میں ہر طرف تلبیہ کی صدائیں مسلمانوں کی وحدت کا پیغام دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حج کے ذریعے رنگ و نسل اور ذات پات کی بھی ہر تمیز مٹ جاتی ہے۔ ہر مسلمان ایک ہی طرح کا اور ایک ہی رنگ کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاتے ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کے حضور برابر ہوتے ہیں۔ دنیا بھر سے مسلمان اپنا مال خرچ کر کے اور سفر کی مشقتیں برداشت کر کے حج کے لیے آتے ہیں جس سے مال اور نفس سے محبت کم ہوتی ہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پروان چڑھتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ مسلمانوں پر حج فرض ہوا:

(الف) ۸ ہجری میں (ب) ۹ ہجری میں

(ج) ۱۰ ہجری میں (د) ۱۱ ہجری میں

۲۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا سب سے اولین مقصد ہے:

(الف) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال دینا (ب) رشتہ داروں کی ضیافت کا اہتمام کرنا

(ج) غریبوں اور ناداروں کو کھانا کھلانا (د) جانوروں کی خرید و فروخت سے تجارت کو فروغ دینا

۳۔ حج کے موقع پر احرام پہننے سے درس ملتا ہے:

(الف) وقت کی پابندی کا (ب) برابری کا

(ج) شرم و حیا کا (د) فکرِ آخرت کا

۴۔ دس ذی الحجہ کو حجاج کرام منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد فریضہ سرانجام دیتے ہیں:

(الف) طواف کا (ب) سعی کا

(ج) قربانی کا (د) عمرے کا

۵۔ درج ذیل میں سے کن لوگوں پر حج فرض نہیں ہے:

(الف) مالدار (ب) عاقل

(ج) بالغ (د) غلام

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حج کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۲۔ فرضیتِ حج کی شرائط بیان کریں۔

۳۔ طوافِ زیارت کب کیا جاتا ہے؟

۴۔ حج کا سب سے اہم رکن کونسا ہے اور اس میں کیا اعمال کیے جاتے ہیں؟

۵۔ قربانی کی فضیلت پر کوئی ایک حدیثِ مبارکہ بیان کریں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ حج کی اہمیت و فضیلت پر تفصیلاً لکھیں۔

www.ilmkidunya.com

۲۔ مناسکِ حج کی اہمیت اور ترتیب تفصیلاً بیان کریں۔

۳۔ قربانی کی اسلام میں کیا اہمیت ہے؟ نیز حج کے معاشرے پر اثرات کا جائزہ پیش کریں۔

www.ilmkidunya.com

سرگرمیاں برائے طلبہ

- حج کے احکام و مسائل (مفسدات و مکروہات) کی تفصیلات اپنے گھر، مسجد وغیرہ سے سیکھیں۔
- حج کے مندرجہ ذیل مناسک کو ترتیب وار لکھیں۔

تلبیہ	میقات، احرام باندھنا	رمی جمرات	حلق یا قصر	طوافِ زیارت	ہدی (قربانی)	وقوف عرفات	طوافِ وداع

برائے اساتذہ کرام

- حج اور قربانی کے فلسفے پر کمرا جماعت میں مباحثہ کروائیں۔
- احرام باندھنے کی اور تلبیہ کہنے کی عملی مشق کروائیں۔

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

باب سوم

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

www.ilmkidunya.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم بطور مثالی سربراہِ خاندان

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کی بطور سربراہ خاندان تعلیمات سے واقف ہو کر اپنی عملی زندگی کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔

علم	صلاحیت
طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:	طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ:
• نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہ خاندان (تعلیمی، اخلاقی اور نفسیاتی) کردار کے متعلق جان سکیں۔	• سیرتِ نبوی ﷺ سے سربراہ خاندان کی عملی مثالیں جان کر انھیں اپنی عملی زندگی میں شامل کرتے ہوئے معاشرے اور خاندان کے استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
• نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہ خاندان مختلف افراد (بزرگوں، ازواج، اولاد، بہن بھائیوں اور دیگر اراکین خاندان) سے حسنِ تعامل کو سمجھ سکیں۔	• سیرتِ نبوی کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کے ثمرات حاصل کر کے دنیوی راحت اور اخروی سعادت حاصل کر سکیں۔
• سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں پر عمل کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔	

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی انسانی زندگی کا ایسا کامل نمونہ ہے جس سے زندگی کے تمام مراحل میں راہ نمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سربراہِ خاندان کی حیثیت سے ایسا اسوہ چھوڑا جو کہ تمام انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ سربراہِ خاندان کی حیثیت سے آپ ﷺ کا گھر کے تمام افراد کے ساتھ الفت و محبت اور احساس ذمہ داری کا تعلق ہمارے لیے اُسوہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں"۔ (سنن ترمذی: 3895)

نبی کریم ﷺ کا اپنی رضاعی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی رضاعی ماؤں کے ساتھ حسنِ سلوک کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی ماں حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا بہت احترام، توقیر اور خوب اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ جب بھی وہ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے آتیں تو آپ ﷺ ان کی توقیر اور عظمت کا بھرپور خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ انھیں مال و اسباب سے نوازتے اور ان کی ضروریات کو بھی پورا فرماتے۔ ہجرت کے بعد بھی آپ ﷺ نے اسی خبر گزاری اور خدمت گزاری کے اسوہ کو برقرار رکھا۔ مکہ مکرمہ جانے والوں کے ذریعہ ان کی خدمت میں کپڑے اور تحائف بھیجا کرتے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جن کی آغوشِ تربیت و شفقت میں آپ ﷺ نے بچپن کے پانچ سال گزارے، جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ فرطِ احترام و محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا کر ماؤں کی توقیر و تکریم کا عملی مظاہرہ فرماتے۔

نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماؤں میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی غیر معمولی مقام کی حامل ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو بچپن ہی سے

www.ilmkidunya.com

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا سے خاص لگاؤ اور شدید محبت تھی۔ آپ ﷺ سگی ماں کی طرح ان سے احترام اور توقیر کا معاملہ فرماتے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمِّ ایمن کو ماں کہتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا اپنے بزرگ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں بزرگوں کا ادب و احترام اور ان کی توقیر کا بہت کثرت سے ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کا اپنے چچاؤں، پھوپھیوں اور اپنے والدین کی طرف سے رشتہ داروں سے حسن سلوک بھی مثالی تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے چچا جناب ابو طالب سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے وصال والے سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا اور ان کے وصال کے بعد آپ ﷺ اکثر ان کی بھلائیوں کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی کرب ناک شہادت پر آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے زار و قطار آنسو دیکھے تو آپ ﷺ بھی بے اختیار رونے لگے، پھر اپنی پھوپھی کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کو آرام پہنچائے اور خدمت کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے"۔ (صحیح ابن حبان: 1408)

نبی کریم ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ نے بحیثیت شوہر بھی امت کے لیے ایک بہترین اور کامل نمونہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے حقوق ادا کرنے میں ہمیشہ عدل و مساوات کو ملحوظِ خاطر رکھتے تھے۔ روزانہ نمازِ عصر کے بعد آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہو جاتی تو اس گھر تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی اور شب وہیں بسر کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور شاذ و نادر ہی ہوتا کہ آپ ﷺ سب ازواجِ مطہرات کے ہاں روزانہ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ حسنِ معاشرت، ان کی تمام تر ضروریات کی تکمیل کی فکر، وقت دینے، خیال رکھنے، جذبات و احساسات کی رعایت کرنے، نرم خوئی، کشادہ روی، خوش طبعی اور ہنسی مذاق میں ایک مثالی شوہر کا کامل نمونہ تھے۔

آپ ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کی سہولت کی خاطر گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹا دیا کرتے، جیسا کہ آپ ﷺ بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑے پر پیوند لگا لیتے، جوتے کی مرمت فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ اہم امور میں ازواجِ مطہرات سے مشاورت بھی فرماتے اور مختلف امور میں آپ ﷺ نے ان کے مشوروں پر عمل بھی کیا، جیسا کہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مشورے سے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ سے کیا۔

نیز آپ ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کو بہترین اخلاق قرار دیتے ہوئے فرمایا: "مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں بہتر ہو، اور تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو بیویوں کے لیے بہتر ہیں" (سنن ترمذی: 1162)

نبی کریم ﷺ کا اپنے بچوں اور نواسوں سے حسن سلوک:

آپ ﷺ کا بچوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حکمت اور بصیرت کے ساتھ ان کی تربیت کرنے کا اسوہ ہر شخص کے لیے رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ غارِ حرا سے واپس تشریف لاتے تو بچے آپ ﷺ کو گھیر لیتے، آپ ﷺ ان کو گود میں اٹھا لیتے اور ان کی پیاری پیاری باتوں سے خوش ہوتے۔ آپ ﷺ کی بچوں پر شفقت اور رحمت اس درجے کی تھی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: 6026)

سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو رضاعت کی غرض سے شہر کی بالائی بستی میں بھیجا ہوا تھا، آپ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے انہیں گود میں اُٹھاتے، بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے۔ ان کی وفات پر آپ ﷺ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ نبی کریم ﷺ والد ہونے کی حیثیت سے اپنی تمام بیٹیوں سے نہایت محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے، ان کی مکمل خبر گیری رکھتے اور ان کی ضروریات کی تکمیل اور راحت رسانی کے لیے فکر مند رہتے۔ آپ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا جب بھی اپنے والدِ محترم آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیٹیوں کی عظمت و توقیر اور ان کا احترام کرنے کی عملی تعلیم دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ہاں آتیں، تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لیے اٹھ کر آگے بڑھتے، انہیں بوسہ دیتے، انہیں خوش آمدید کہتے، ان کے ہاتھ کو تھامتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے۔ (صحیح ابن حبان: 6953)

نبی کریم ﷺ کو اپنے نواسوں اور نواسیوں سے بھی بہت زیادہ لگاؤ اور غیر معمولی محبت تھی۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ دل لگی کیا کرتے، انھیں گود میں بٹھاتے، انھیں چومتے، ان کے لیے دعا فرماتے، تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ بیٹیوں کے بچوں کے ساتھ کس طرح شفقت و محبت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا میں میرے پھول ہیں۔ (صحیح بخاری: 3753) رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کو اٹھا کر نماز پڑھاتے تھے۔ جب سجدہ کرتے تو انہیں بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں اٹھا لیتے۔ (سنن ابو داؤد: 917)

اسوہ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد و ثمرات

بطور سربراہ خاندان رسول ﷺ کے اسوہ کی اتباع سے ہمیں روز مرّہ زندگی میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہ خاندان کے عملی اسوہ پر عمل کرنے سے خاندانی نظام میں ایک دوسرے کی توقیر اور ادب و احترام پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ خاندان کے افراد ایک دوسرے کی بے توقیری، بے قدری اور بے اکرامی جیسے منفی پہلوؤں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ایک مثالی سربراہ خاندان کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک مثالی مسلم معاشرے کی تکمیل کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ عائلی اسوہ نبوی ﷺ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں گھر کے سارے افراد سے محبت، شفقت، الفت، خیر خواہی اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے، خواہ وہ بزرگ ہوں، چھوٹے ہوں، بڑے ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں۔ حسنِ سلوک کا یہ رویہ صرف گھر کے افراد تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ باقی خاندان کے افراد کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمیں بڑوں کے احترام کے ساتھ ساتھ چھوٹوں کے ساتھ بھی الفت و رحمت کا معاملہ کرنا چاہیے اور درمیان کے لوگوں کی بھی رعایت کرنی چاہیے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ آپ ﷺ نے کس کو دنیا میں اپنا پھول قرار دیا؟

الف۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
ب۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
ج۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو
د۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو

www.ilmkidunya.com

۲۔ نبی کریم ﷺ کس نماز کے بعد سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر جایا کرتے تھے؟

الف۔ فجر ب۔ ظہر ج۔ عصر د۔ مغرب

۳۔ نبی ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بچپن کے کتنے سال گزارے؟

الف۔ تین ب۔ چار ج۔ چھ د۔ پانچ

۴۔ آپ ﷺ نے کن کو اپنی ماں قرار دیا؟

الف۔ اُم ایمن رضی اللہ عنہا ب۔ اُم فرود رضی اللہ عنہا ج۔ اُم درداء رضی اللہ عنہا د۔ اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا

۵۔ عام الحزن سے کیا مراد ہے؟

الف۔ غم کا سال ب۔ رونے کا سال ج۔ خوشی کا سال د۔ آسانی کا سال

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ مثالی سربراہ خاندان کے دو اوصاف تحریر کریں؟

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے ان کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ حُسن تعامل کی دو مثالیں لکھیں۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ میں سے دو کا نام لکھیں۔

۴۔ اولاد اور بچوں پر شفقت کے بارے میں آپ ﷺ کا اسوہ کیا تھا؟

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے کس کو والد اور والدہ کے قائم مقام قرار دیا ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے بطور والد اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہ خاندان اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک کے عملی واقعات لکھیں۔

۳۔ اسوہ نبوی ﷺ سے مثالی سربراہ خاندان کی خوبیوں کو ہم کیسے اپنا سکتے ہیں اور ان پر کب اور کہاں عمل کر سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہ خاندان کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روزمرہ زندگی میں سربراہ خاندان کی ایسی دس خوبیوں کی فہرست بنائیں جن کو اپنا کر ایک مثالی خاندان کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔
- نیچے دیے گئے سربراہ خاندان کے رویوں میں سے درست اور غلط رویوں کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مشاورت	بے جا سختی	نگرانی	بے جا تنقید	حوصلہ افزائی	اظہار رائے کی آزادی

- سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں میں سے پانچ ایسی ذمہ داریوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ذمہ داریاں	بلوں کی ادائیگی	پودوں کی دیکھ بھال	سودا سلف کی خریداری	باورچی خانہ کی دیکھ بھال	گھر کی صفائی	ہجوم والی جگہوں پر افراد خانہ کی نگرانی	تنازعات کا حل	مشاورت

برائے اساتذہ کرام

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہ خاندان کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔

www.ilmkidunya.com

نبی کریم ﷺ بطور مثالی سربراہِ ریاست

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست تعلیمات سے واقف ہو کر اس صفت کو ضرورت پڑنے پر اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم	صلاحیت
• سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سربراہِ ریاست کے اوصاف اور کردار کی عملی مثالیں جان سکیں۔ • نبی کریم ﷺ کی بطور سربراہِ ریاست نبوی منہج (جہاد کے ذریعے امن و امان، استحکام، ترقی، بین الاقوامی تعلقات، امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کے بارے میں شعور حاصل کر سکیں۔ • ریاست مدینہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ سے نظم و نسق کی مثالیں سمجھ سکیں۔ • سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں سربراہِ ریاست کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔	• سیرتِ نبوی ﷺ سے سربراہِ ریاست کی عملی مثالوں کو بوقت ضرورت اپنے کردار کا حصہ بنا سکیں۔ • سربراہ ریاست کے نمایاں اوصاف کو اپنی مختلف سربراہی حیثیتوں میں عملی طور پر اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکیں۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی بحیثیت ایک مربّی اور معلم اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک سربراہِ ریاست اور مدبرِ کامل کی حیثیت سے بھی اسوہ اور عملی مثال ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے قیام، استحکام اور انتظام و انصرام میں ایسے عملی اقدامات اختیار فرمائے کہ جس کے نتیجے میں ایک مثالی ریاست وجود میں آئی اور امت کو ریاست کے انتظام و انصرام کا عملی نمونہ ملا۔ سربراہِ ریاست کے ان اوصاف میں سے چند یہ ہیں:

عدل و انصاف:

مثالی سربراہِ ریاست کے اوصاف میں سب سے اہم عدل و انصاف کا حامل ہونا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بطور سربراہِ ریاست مختلف ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری معاشرہ میں عدل و انصاف کی ترویج تھی۔ ریاست کے تمام طبقات کے ساتھ یکساں قانونی برتاؤ، فیصلوں اور اُن کے نفاذ میں اعلیٰ و ادنیٰ کی تقسیم کا خاتمہ اِس مثالی حاکمیت کا بنیادی عنصر تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بطورِ حاکم فرضِ منصبی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورۃ المائدۃ: 42)

ترجمہ: ”اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیجیے بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“

آپ ﷺ نے بطور حاکم ہر فیصلے کی بنیاد عدل پر رکھی، کسی کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے کبھی بھی اس کے کمزور یا طاقتور یا مسلمان اور غیر مسلم اور دیگر امتیازی پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا بلکہ فیصلے کی بنیاد ہمیشہ عدل و انصاف پر رکھی۔

www.ilmkidunya.com

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا تو دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فریقین کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔یوں رسول اللہ ﷺ کا ہر فیصلہ حق اور سچ کی بنیاد پر ہوتا تھا۔

ذاتی مفادات سے کنارہ کشی:

حضور ﷺ نے بطور سربراہِ ریاست اپنی ذات کے مفادات کی طرف ذرہ بھر التفات نہ کیا۔ایک مرتبہ جب مکہ مکرمہ کے سرداروں کا ایک وفد جناب ابو طالب کے پاس حاضر ہوا تو اُن کی جانب سے نبی کریم ﷺ کو پیش کش کی گئی کہ اگر تم دولت کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو تو ہم تمھارے واسطے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم اہلِ مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر سرداری حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم اس پر راضی ہیں کہ تمھیں قریش کا سردار بنا دیں، غرضیکہ اگر تم ہمارے اِس رستہ سے ہٹ جاؤ تو اس کے بدلے میں ہم تمھارا ہر مطالبہ پورا کر دیں گے۔اِس رشوت کے لالچ کا آپ ﷺ نے تاریخی جواب دیا اور فرمایا:

چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔'' (سیرت ابن ہشام: 266،265/1) سیرتِ نبوی ﷺ کا یہ واقعہ ذاتی مفادات قربان کرنے کی اہم مثال ہے۔

نظم و نسق:

نبی کریم ﷺ نے شہری نظم و نسق کو دو حصوں میں تقسیم کیا: مرکزی اور صوبائی نظم و نسق۔ مرکز میں آپ ﷺ خود بطور والیِ ریاست متمکن تھے، لیکن جب کبھی سفر کی ضرورت در پیش ہوتی تو اپنا کوئی نہ کوئی نائب مقرر کر کے جاتے، جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام آتے ہیں۔آپ ﷺ کی جانب سے متعدد گورنر متعین تھے، جنھیں آپ ﷺ نے قرآن و سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے وسیع اختیارات عطا فرما رکھے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ صوبے میں مقامی منتظمین، ۱۲ عدد نقیب (ذمہ داران) اور ۸ عدد قاضی متعین فرمائے، جو فیصلے کرنے میں پوری طرح آزاد تھے۔

ذمہ داری سونپنے کا معیار:

حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے ہوئے اس کی ظاہری حالت، مالی وجاہت، کسی کی سفارش کے بجائے اس کی صلاحیت اور قابلیت کو پیشِ نظر رکھتے اور ان اوصاف کی بنیاد پر ذمہ داری سونپتے تھے۔ مثلاً عاملینِ صدقات کی تقرری کے لیے کچھ اوصاف جن سے متصف ہونا ضروری تھا ان میں سب سے پہلا وصف بلاشبہ انتظامی صلاحیت تھی۔ تقرری کے علاقے یا قبیلے کے جغرافیائی اور قبائلی حالات سے واقفیت بھی ایک اہم شرط تھی۔اس کے علاوہ سب سے اہم شرط یہ تھی کہ منصب کے امیدوار کا کردار بے داغ، اخلاق بلند، عملی زندگی تقویٰ و خشیتِ الٰہی سے مالا مال اور حرص و طمع سے آزاد ہو، اسی طرح اس میں قوتِ فیصلہ، مشاورت اور شفقت و رحمت کا عنصر بھی موجود ہو۔

سفارت کاری اور خارجہ پالیسی:

نبی کریم ﷺ نے سربراہِ ریاست کے طور پر جہاں داخلی معاملات اور نظم و نسق کے حوالے سے عملی اصول اور قوانین مقرر فرمائے، وہیں آپ ﷺ نے سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کے حوالے سے بھی کامل اسوہ پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا اہم نکتہ اسلام کی دعوت کے

www.ilmkidunya.com

ذریعے اس کا غلبہ اور اس کی بالادستی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنا تھا۔ اسی وجہ سے مدینہ منورہ آنے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے شہر کے آس پاس آباد قبائل سے معاہدہ کرنا اور ان میں صلح کروانا ضروری سمجھا، چنانچہ اوس، خزرج اور یہود کو اکٹھا کر کے ایک میثاق لکھا گیا جس کا بنیادی مقصد، امن اور امدادِ باہمی تھا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم کو یہ ہدایت دیا کرتے تھے کہ دوسری قوموں کے سامنے پہلے اسلام پیش کرو، اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو اس بات کی دعوت دو کہ وہ اسلام کی بالادستی اور برتری تسلیم کریں اور اس کے فروغ و نفاذ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر وہ اسلام بھی قبول نہ کریں اور اس کی اشاعت میں رکاوٹ بھی بنیں تو ان سے جہاد کرو۔ نبوی سفیروں کو ان کے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے سفارت کاری کے لیے بھی ایسے لوگوں کا انتخاب فرمایا جو اس فن سے واقفیت اور اس کا تجربہ رکھتے تھے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کا انتخاب فرمایا جو آدابِ سفارت کاری اور ان لوگوں کی زبان اور ثقافت سے بھی واقف تھے جن کی طرف انہیں سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔

مشاورت:

ایک مثالی سربراہِ ریاست کے لیے مشاورت کا عمل ناگزیر ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کے مثالی سربراہِ ریاست کے اسوہ سے مشاورت کا یہ پہلو بہت غیر معمولی طور پر نظر آتا ہے، چاہے وہ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی، امن کے معاملات ہوں یا جنگ کے۔ نبی ﷺ نے شاہانہ نظام کی بجائے شورائی نظام کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کو اگرچہ براہِ راست وحیِ الٰہی کی رہنمائی حاصل تھی اور آپ ﷺ کسی معاملے میں دوسروں سے مشورہ لینے کے محتاج نہیں تھے لیکن شورائی نظام قانون سازی اور تدبیرِ مملکت کے نقطۂ نظر سے چونکہ ضروری تھا اس لیے حکمتِ الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ نبی ﷺ خود اپنے طرزِ عمل سے اس کی بنیاد رکھیں اور یہی حکم آپ ﷺ کو قرآنِ مجید میں دیا گیا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۃ آل عمران: 159)

ترجمہ: "تو آپ اُن سے درگزر کیجیے اور اُن کے لیے بخشش مانگیے اور (ضروری) معاملات میں اُن سے مشورہ کیجیے۔"

اس ہدایت پر نبی ﷺ نے بہت اہتمام کے ساتھ عمل فرمایا، اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے نبی ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیتے رہنے والا کبھی کسی شخص کو نہیں پایا۔" (سنن ترمذی: 1714)

آپ ﷺ ہر فن کے آدمی سے اس کے فن سے متعلق مشاورت فرماتے تھے اور اس کی رائے اور مشاورت کو اہمیت دیتے ہوئے نہ صرف قبول فرماتے تھے بلکہ آئندہ بھی اسے مشاورت کے عمل میں شریک رکھتے تھے۔

بے سہارا لوگوں کی کفالت:

رسول اکرم ﷺ نے ایک فلاحی اور رفاہی ریاست کا نظام دیا جسے آج کی دنیا میں ویلفیئر سوسائٹی کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث کے مطابق ارشاد فرمایا کہ میں مسلمانوں سے ان کی خود اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں اس لیے ان مسلمانوں میں جو کوئی وفات پائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے (صحیح بخاری: 5371)۔

عوامی رابطہ:

حضور ﷺ سربراہِ ریاست جیسے بڑے عہدے اور مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی عوام سے دور نہیں تھے بلکہ ان کی پہنچ میں تھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ عوام سے حُسنِ سلوک سے پیش آتے اور ان کی خبر گیری بھی فرماتے۔ ان کے مسائل کو اطمینان سے سن کر حل بھی فرماتے۔

www.ilmkidunya.com

افراد کی تعلیم وتربیت:

عرب کے بدوؤں کو قانون کا پابند بنانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک بہترین طریقِ عمل اختیار کیا اور وہ تھا شخصیت کی تعمیر۔ کیونکہ جب تک معاشرے کے افراد متحد اور نیک سیرت نہ ہوں، اس وقت تک نہ تو کوئی قانون پروان چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی امن قائم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو بطور معلم مقرر کر رکھا تھا، جن میں مفتی، آئمہ مساجد اور موذنین بھی تھے۔

اسوہ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد وثمرات

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں ہم میں سے ہر دوسرا شخص کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ سربراہ کا کردار ادا کر رہا ہے، چاہے گھر میں اپنے ہی خاندان کا سربراہ ہو، یا اپنے آفس میں ٹیم لیڈر ہو، یا اپنے کاروبار کو دیکھ رہا ہو اور تمام ملازمین اس کے ماتحت ہوں وغیرہ وغیرہ، اگر رسول ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست کے اسوہ کی اتباع کی جائے تو اس سے بے شمار فوائد وثمرات حاصل ہوتے ہیں، مثلاً اس سے معاشرے میں عدل وانصاف قائم ہوتا ہے، معاشرے کا نظم ونسق بہترین طریقے سے چلتا ہے، تمام امور مشاورت سے طے پاتے ہیں، امن وامان اور معاشرے میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور جس سطح پر بھی خود کو سربراہ پائے تو آپ ﷺ کے اس اسوہ کو عمل میں لائے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فریقین کے بیانات سن کر کس کے حق میں فیصلہ فرمادیا؟

الف۔ مسلمان　ب۔ مسیحی　ج۔ مشرک　د۔ یہودی

۲۔ نبی کریم ﷺ نے کتنے نقیب متعین فرمائے؟

الف۔ دس　ب۔ گیارہ　ج۔ بارہ　د۔ تیرہ

۳۔ نبی کریم ﷺ نے اوس، خزرج اور یہود کو اکٹھا کر کے کیا لکھا؟

الف۔ حلف　ب۔ بیع نامہ　ـ میثاق　د۔ پروانہ آزادی

۴۔ اسلامی ریاست میں بے سہارا افراد کی کفالت کس کی ذمہ داری ہے؟

الف۔ بینک　ب۔ بیت المال　ج۔ شوریٰ　د۔ عدالت

۵۔ حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے ہوئے کس چیز کو پیش نظر رکھتے؟

الف۔ عمر　ب۔ قبیلہ　ج۔ صلاحیت　د۔ ثروت

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے افراد کی تعلیم وتربیت کے لیے کیا اقدامات فرمائے؟

۲۔ حضور ﷺ سفارت کاری کی ذمہ داری کسے سونپتے تھے؟

www.ilmkidunya.com

۳۔ ایسے تین اوصاف کا ذکر کریں جن کی بنیاد پر حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے تھے؟

۴۔ مشاورت کی اہمیت کے حوالے سے ایک آیتِ کریمہ اور حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۵۔ آپ ﷺ کے عوام کے ساتھ تعامل کے حوالے سے اسوہ لکھیں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست عدل وانصاف پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست سفارت کاری اور خارجہ پالیسی پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ ہم آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست اسوہ کو اپنی زندگیوں میں کب اور کیسے اپنا سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہِ ریاست کے چند عملی اقدامات کے واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- اسوۂ نبوی کی روشنی میں سربراہِ ریاست کے ان اوصاف کی فہرست بنائیں جس کے نتیجے میں ایک مثالی فلاحی ریاست بن سکتی ہے۔
- نیچے دیئے گئے سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے درست اور غلط رویوں کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

خوش اخلاقی	اپنی رائے مسلط کرنا	مشاورت	تکبر	لوگوں کی خبر گیری	اختیارات کا ناجائز استعمال

- سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے پانچ ایسے رویوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ رویے کن افراد کے ساتھ اختیار کریں گے۔

رویے	حوصلہ افزائی	عدل وانصاف کی فراہمی	یکساں مواقع کی فراہمی	مشاورت	محاسبہ	سزا	خیر خواہی	قانون کی پاسداری
افراد								

برائے اساتذہ کرام

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بطور سربراہِ ریاست چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔

www.ilmkidunya.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بطور مثالی سپہ سالار

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار سیرت سے واقف ہو کر اس صفت کو اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم

- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سپہ سالار کے اوصاف اور
- ذمہ داریوں سے واقف ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی جہاد میں بطور سپہ سالار (اعلاء کلمۃ اللہ، مشاورت امن وصلح کی ترجیح) تعلیمات کو جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں آدابِ جہاد، مقتولین کے بارے میں احکام، قیدیوں اور مفتوحین کے ساتھ حسن سلوک کو جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سپہ سالار کی ذمہ داریوں پر عمل کرنے کے فوائد وثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- سیرتِ نبوی ﷺ سے سپہ سالار کی ذمہ داریوں کی عملی مثالیں جان کر اسلام کے تصورِ جہاد اور دہشت گردی میں فرق کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو بوقت ضرورت اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو روزمرہ زندگی میں اپنا کر معاشرے کے امن وامان اور استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں

ریاست کے استحکام میں امن وامان کے قیام، تجارتی سرگرمیوں کے فروغ، داخلی انتظام، عدل وانصاف، نظم ونسق، قانون سازی کے ساتھ ساتھ عوام کے تحفظ کے لیے خارجی یلغار سے حفاظت کے لیے جنگ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ جنگ کو فتنہ وفساد کی آگ بجھانے، مظلوموں کو ظالموں کے چنگل سے آزاد کرانے، حق کی سربلندی اور امن وامان قائم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ بطور مثالی سپہ سالار آپ ﷺ نہ صرف شخصی خوبیوں سے متصف تھے بلکہ دوسروں کی خوبیوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے فن کے میدان میں بھرپور صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع فراہم کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی اور تربیت کرتے اور افراد سازی کے وصف سے بھی متصف کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت

بطور سپہ سالار آپ ﷺ کی خوبیوں میں سے ایک نمایاں خوبی بہادری اور شجاعت تھی۔ آپ ﷺ نہ صرف جنگ کے تنظیمی امور دیکھتے بلکہ عملاً سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر جنگ میں شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ ایک زوردار آواز سن کر گھبرا گئے۔ پھر رسول کریم ﷺ حضرت ابو طلحہ کے ایک گھوڑے پر، جس کی پیٹھ ننگی تھی حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تنہا اطرافِ مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ واپس آکر صحابہ رضی اللہ عنھم سے ملے تو تلوار آپ ﷺ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ (صحیح بخاری: 4030) یہ ایک مثالی سپہ سالار کی عملی مثال ہے کہ وہ خوف اور دہشت کے وقت قیادت کرتا ہے اور لوگوں کو حوصلہ دیتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

امید اور حوصلہ دینا:

ایک مثالی سپہ سالار کے اوصاف میں اپنے لوگوں کو پر امید رکھنا اور ان کے حوصلے بلند رکھنا بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنھم کے ساتھ جنگ کے ہر ہر موقع پر شریک ہوتے چاہے وہ حکمت عملی ہوتی یا عملاً قتال ہوتا۔ آپ ﷺ جنگ سے پہلے اور دورانِ جنگ اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھاتے اور انہیں قتال کی ترغیب فرماتے۔ بدر کے موقع پر اپنے لشکر کو ترغیب دلاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "چڑھ دوڑو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، ان میں سے جو آدمی بھی ڈٹ کر، ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا"۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ج2، ص435)

جنگی امور میں مشاورت

حکم الٰہی اور سنت نبوی ﷺ ہے کہ اسلامی حکومت کے تمام امور مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے طے کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشاورت آپ ﷺ کا اہم جنگی اصول تھا اور ہمیں آپ ﷺ کے اسوہ سے اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ غزوہ بدر اور احد دونوں میں آپ ﷺ سے مشاورت ثابت ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر قریش نے مختلف قبائلِ عرب کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا، جب آپ ﷺ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنھم سے مشورہ کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے کو پسند فرما کر خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا۔ حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کے مشورے سے سر منڈوایا جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے بھی آپ ﷺ کی اطاعت میں اپنے اپنے سر منڈوا دیے اور اپنے جانور ذبح کر دیے۔ اس سے ہمیں مشاورت کے عمل کو وسیع کرنے اور ہر جدید اور مفید مشورے کو قبول کرنے کے اسوہ نبوی ﷺ کا علم ہوتا ہے۔ گویا سپہ سالار وہی بہترین ہے جو صاحبِ فن کی مثبت رائے کو نہ صرف سراہے بلکہ اجتماعی اور وسیع تر مفاد کے لیے اسے قبول بھی کرے اور مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی بھی کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی

غزوہ احد میں رسول اکرم ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کرتے ہوئے جنگی نقطہ نظر سے اسے کئی صفوں میں تقسیم کیا۔ پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ منتخب فرما کر اسے جبلِ رُماۃ پر تعینات کیا۔ اس دستے کو تعینات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے جو شہ سوار لشکرِ اسلام پر پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کریں تو وہ ان پر تیر برسا کر مسلمانوں کے لشکر سے دور رکھیں۔ اس طرح مسلمانوں کا لشکر ایک طرف سے احد کے پہاڑ اور ایک طرف سے جبلِ رُماۃ کے درمیان محفوظ تھا اور پیچھے کی طرف سے اس کی حفاظت جبلِ رُماۃ پر قائم تیر انداز کر رہے تھے اور سامنے دشمن کا لشکر تھا۔

جنگی آداب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (سورۃ البقرۃ:190)

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں (اُن سے) لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور کسانوں کو قتل نہ کیا جائے (جبکہ یہ نہ لڑ رہے ہوں)، کسی کو قتل کرنے کے بعد اس کے اعضاء مثلہ نہ کیے جائیں، کھیتیوں اور درختوں کو برباد نہ کیا جائے اور نہ ہی جلایا جائے، قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے، دشمن کے مال اور جائیداد کی لوٹ مار نہ کی جائے اور عبادت گاہوں اور ان کے مقدس مقامات کو منہدم نہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسیرانِ جنگ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانے اور ان کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا (سورۃ الدھر: 8)

ترجمہ: "اور وہ اس کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔"

امن و سلامتی کا قیام

آپ ﷺ نے بدامنی کے تمام اسباب و محرکات کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی بھر اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں امن و سلامتی اور صلح کے لیے متعدد اقدامات فرمائے جن میں حلف الفضول میں شرکت، قریشِ مکہ کی ایذارسانی پر صبر، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ اور اس جیسی کئی مثالیں شامل ہیں۔ اسی امن پسندی کا سب سے بڑا ثبوت صلح حدیبیہ ہے، جس میں آپ ﷺ نے امن و امان کی خاطر بیعتِ رضوان کے باوجود اہلِ مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے جنگ بندی اور صلح کا تاریخی معاہدہ کیا۔

بطورِ سپہ سالار آپ ﷺ کے زیرِ کمان 74 کے قریب جنگیں لڑی گئیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے حسنِ انتظام کے ہی کرشمے ہیں کہ ان غزواتِ نبوی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فطری اور ظلم و زیادتی سے پاک غیر جانبدارانہ جنگیں تھیں اور ان میں عدل و مساوات کی جو سچی تصویریں ملتی ہیں ان سے نہ صرف گذشتہ قوموں کی جنگی بے راہ روی ختم ہوئی بلکہ مدینہ منورہ کے غیر مستحکم معاشرے کو ایک نئی روح اور دائمی زندگی مل گئی۔ اگر آج کے دور میں ہم بھی اپنے معاشرے میں امن و استحکام چاہتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اسی جنگی حکمتِ عملی کی ضرورت ہے جس نے مکہ مکرمہ کے سرکش لوگوں کو تابع کر لیا اور مدینہ منورہ کو ایک کامیاب اور مستحکم ریاست بنا دیا۔

اُسوۂ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد و ثمرات

بطورِ سپہ سالار رسول ﷺ کے اسوہ کی اتباع سے ہمیں روزمرّہ زندگی میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوں گے، مثلاً شجاعت و بہادری کی صفات پیدا ہوں گی، باہمی تنازعات کو مشاورت سے حل کرنے میں مدد ملے گی، اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کو کمزور کیا جا سکے گا، اسلام کی دفاعی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے میں مدد ملے گی وغیرہ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقاصد کو پورا کرنے، مشکلات اور آپس کے تنازعات کو حل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے اسوہ کو اپنائیں اور جب کبھی ہمیں گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ، خاندان میں رشتہ داروں کے ساتھ اور کام کی جگہ پر اپنے احباب کے ساتھ تعلقات میں تنازعات اور الجھاؤ کا سامنا ہو تو حتی الامکان بدظنی، لڑائی جھگڑے، مار پیٹ اور گالی گلوچ سے بچیں اور اپنے تعلقات مزید بگڑنے سے بچائیں۔ یوں نہ صرف ہمارے معاشرے میں امن و سلامتی اور پیار و محبت کے جذبات کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر بھی بطریقِ احسن عمل پیرا ہو سکیں گے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ آپ ﷺ کا سب سے اہم جنگی اصول کیا تھا؟

الف۔ رحم دلی　　ب۔ امن　　ج۔ صفوں کی ترتیب　　د۔ مشاورت

www.ilmkidunya.com

۲۔ حدیبیہ کے موقع پر صلح کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کس رائے پر عمل کیا گیا؟

الف۔ سر منڈوانے کی　　ب۔ حج کی　　ج۔ عمرے کی　　د۔ لڑائی کی

۳۔ قرآن مجید میں جنگ کے حوالے سے کیا اصول بیان کیا گیا ہے؟

الف۔ تمام کفار کو قتل کر دو　　ب۔ حد سے تجاوز نہ کرو　　ج۔ جنھوں نے ظلم کیا انہیں مار دو　　د۔ نرمی اختیار کرو

۴۔ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے کس کی خاطر صلح کی؟

الف۔ بھائی چارے کی خاطر　　ب۔ تجارت کی خاطر　　ج۔ امن وامان کی خاطر　　د۔ حکومت کی خاطر

۵۔ آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کے ساتھ کتنے سال تک جنگ بندی اور صلح کا معاہدہ کیا؟

الف۔ نو سال　　ب۔ دس سال　　ج۔ گیارہ سال　　د۔ بارہ سال

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ مسلمانوں کے بنیادی جنگی اصول کے بارے میں آیتِ کریمہ لکھیں؟

۲۔ مسلمانوں کے جنگی آداب میں سے تین بیان کیجیے۔

۳۔ آپ ﷺ کی جنگ سے پہلے مشاورت کی ایک مثال تحریر کریں۔

۴۔ بطورِ سپہ سالار آپ ﷺ کے زیرِ کمان کتنی جنگیں لڑی گئیں؟

۵۔ مسلمانوں کی جنگی حکمتِ عملی کے بنیادی مقاصد میں سے دو کا ذکر کریں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ بطورِ سپہ سالار آپ ﷺ کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جو آپ ﷺ کو دیگر لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں؟

۲۔ نبی کریم ﷺ کی جنگی مشاورت پر نوٹ تحریر کیجیے۔

۳۔ حضور ﷺ کے بطورِ سپہ سالار اسوہ کو عملی زندگی میں کب، کیسے اور کہاں بروئے کار لایا جاسکتا ہے؟

سرگرمی برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سپہ سالار کی خصوصیات کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روزمرہ زندگی میں ہم نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو کب اور کہاں اپنا سکتے ہیں؟

برائے اساتذہ کرام

- مستشرقین کی طرف سے جہاد پر کیے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مذاکرہ کروائیں جس سے جہاد اور دہشتگردی میں فرق واضح ہو۔

www.ilmkidunya.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات اور اُسوہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات اور اسوہ سے واقف ہو کر اسے اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام اور اس کی اہمیت جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کی معاشی تعلیمات (ارتکازِ دولت کی مذمت، ذخیرہ اندوزی، سود کا خاتمہ، گردشِ دولت کے طریقے وغیرہ) سمجھ سکیں۔
- سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشی تعلیمات پر عمل کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- سیرتِ نبوی ﷺ کی معاشی تعلیمات کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔
- نبوی آداب کے مطابق معاشی سرگرمیوں کو اپنا کر معاشرے کے معاشی استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

معاش انسانی زندگی کا ایسا بنیادی رکن ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ رسول ﷺ نے زندگی کے باقی شعبوں کے ساتھ ساتھ معاش کے معاملے میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور معاشی زندگی کے اصول اور مسائل کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے رزقِ حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"فرائض کے بعد کسبِ حلال کی تلاش بھی فرض ہے۔" (شعب الایمان للبیہقی: 8741)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کے دیگر انفرادی اور اجتماعی معاملات کی طرح معاشی معاملات میں بھی رہنمائی فرمائی ہے جس کا دائرہ کار معاش اور کسبِ معاش کی اہمیت، کسبِ معاش کے اصول، معاشی سرگرمیوں میں مثبت پہلوؤں کو اختیار کرنے اور منفی پہلوؤں سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی تک وسیع ہے۔

کسبِ معاش کے اصول: اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے کسبِ معاش کے لیے کچھ اصول و ضوابط متعین کر دیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

محنت: ہر شخص کو اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق معاش کی فکر اور اس کے حصول کے لیے محنت کرنی چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"کسی آدمی نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔" (صحیح بخاری: 2072)

اس کی مثال ہمیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے ملتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس سوالی بن کر آئے، آپ ﷺ نے ان سے ان کا ٹاٹ اور پیالہ منگوایا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں سے ہی ایک شخص کو دو درہم میں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس انصاری کو ایک درہم دے کر فرمایا: اس کا گھر والوں کے لیے کھانا خرید لو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ کلہاڑی لے آیا تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں لکڑی کا دستہ ٹھونکا۔ پھر ان سے فرمایا: کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر یہاں لا کر بیچا کرو اور پندرہ دن کے بعد میرے پاس آنا۔ پندرہ دن میں ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس درہم کمائے۔ چند درہموں کا کپڑا خریدا اور چند کا کھانا اور یوں آسودہ حال ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس چیز سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال کرنے کی وجہ سے تمہارے چہرے پر برا نشان ہو۔" (سنن ابو داؤد: 1641)

دیانت و امانت: کسبِ معاش کا ایک اہم وصف دیانت و امانت داری ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''سچا، امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین (سچے لوگ) اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (سنن ترمذی: 1029)

صداقت:

معاش کے معاملات مثلاً تجارت وغیرہ میں سچ بولنا اور جھوٹ سے اجتناب کرنا ذریعۂ معاش میں برکت کا باعث بنتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

"خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک (بیع ختم کر دینے کا) اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں۔ پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔" (صحیح بخاری: 2079)

ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے پرہیز:

کسبِ معاش کی جدوجہد کے دوران حصولِ دولت کی بعض آسان راہیں بھی نکل آتی ہیں جنہیں اسلام قطعاً جائز قرار نہیں دیتا، مثلاً اشیاء کی کوالٹی کو تبدیل کر کے خراب شے کو زیادہ داموں میں بیچنا۔ ایک بار سرورِ کائنات ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، اپنا دستِ مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں پر کچھ تری محسوس ہوئی۔ غلے والے سے استفسار فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس ڈھیر پر بارش ہوگئی تھی، ارشاد فرمایا: پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے! اور فرمایا: "جو شخص دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔" (صحیح مسلم: 284)

قسم سے اجتناب: رسول اللہ ﷺ نے معاشی خصوصاً تجارتی معاملات میں قسم کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''خرید و فروخت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے سے بچو، کیونکہ اس سے گرم بازاری تو ہو جاتی ہے لیکن برکت جاتی رہتی ہے''۔ (صحیح مسلم: 1607)

سود کی ممانعت:

قرآن کریم نے سودی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

(سورۃ البقرۃ: 279)

ترجمہ: ''پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم توبہ کر لو تو تم اپنے اصل مال کے حق دار ہو نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اپنی کاروباری زندگی کو سہارا دینے کے لیے سودی لین دین کو جائز سمجھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: "گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔" (صحیح مسلم: 4093)

قیمتوں میں بے جا اضافہ:

نبی کریم ﷺ نے قیمتوں میں بے جا اضافے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب نہ بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے"۔ (صحیح بخاری: 2140)

گردشِ دولت:

اسلام کا معاشی نظام ارتکازِ دولت کی نفی کرتا ہے۔ اسلام میں دولت اکھٹی کرنے، ناجائز منافع کمانے اور ذخیرہ اندوزی جیسے کاموں سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ رسول ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: 2153)

ارتکازِ دولت کے برعکس اسلام نے ایسا نظام بنایا ہے جس کے ذریعے دولت معاشرے کے تمام افراد تک پہنچے اور دولت کی گردش کے اثرات سے معاشرے کے تمام افراد اور طبقات یکساں طور پر مستفید ہو سکیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، عشر (فصلوں کی زکوٰۃ)، قانونِ وراثت اور صدقہ و خیرات۔ مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ تقویٰ، حسنِ معاملہ، بہترین اخلاق، خود اعتمادی، وعدے کی پاس داری، وقت کی پابندی (خصوصاً دفاتر میں) اور مستقل مزاجی وہ خصوصیات ہیں جو انسان کی معاشی سرگرمیوں میں خیر و برکت کا وسیلہ بنتی ہیں۔

اُسوہ نبوی ﷺ میں معاشی تعلیمات کے فوائد و ثمرات

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے ان تمام امور کے متعلق ہدایات دی ہیں جو کسی بھی طرح معاشی جدوجہد کا حصہ ہوتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب عہدِ رسالت میں ان معاشی تعلیمات پر عمل درآمد کیا گیا تو پورے معاشرے کو اس کے فوائد و ثمرات حاصل ہوئے۔ لہٰذا جہاں ان معاشی تعلیمات نے لوگوں میں محنت، دیانت و امانت، صداقت اور دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ پروان چڑھایا، وہیں معاشی سرگرمیوں میں سے ملاوٹ اور دھوکہ دہی، تجارتی معاملات میں قسم کھانے، سودی لین دین، قیمتوں میں بے جا اضافہ اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ ہوا۔ ان حدود و قیود کا خیال رکھنے سے صرف معاشی سرگرمی ہی نہیں بلکہ معاشرے کا پورا معاشی نظام پاکیزہ اور طیب ہو سکتا ہے، اور انسان کا اخلاقی اور روحانی مزاج بھی مستحکم ہوتا ہے۔

ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کو سامنے رکھیں، رزق حاصل کرنے کے لیے حلال ذرائع اختیار کریں، چاہے کام چھوٹا ہو یا بڑا اور پیشہ کم تر ہو یا برتر۔ اسی طرح ان تمام منفی معاشی سرگرمیوں میں شرکت سے گریز کریں جن سے سیرت النبی ﷺ میں ممانعت کی گئی ہے تاکہ ہم نبوی معاشی تعلیمات کے فوائد و ثمرات سے خود بھی مستفید ہو سکیں اور معاشرے کو بھی اس کے مثبت اثرات سے بہرہ ور کر سکیں۔ اگر ہم اپنی معاشی زندگی کو آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کریں اور ان کی ہدایات کو اپنائیں تو اس سے ہم اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں معاشی خوش حالی بھی حاصل کر سکتے ہیں اور معاشرے کے دیگر افراد کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے معاشرے کے معاشی استحکام میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ کسبِ حلال سے مراد ہے:

الف۔ علم حاصل کرنا ب۔ حلال کمانا ج۔ حلال خرچ کرنا د۔ نوکری کرنا

۲۔ کسبِ حلال کا حصول ہے:

الف۔ فرض ب۔ مستحب ج۔ حرام د۔ واجب

www.ilmkidunya.com

۳۔ کون سا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین (سچے لوگ) اور شہداء کے ساتھ ہوگا؟

الف۔ وقت کی پابندی کرنے والا ب۔ خود اعتماد ج۔ محنت کرنے والا د۔ سچا، امانت دار

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا:

الف۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو ب۔ جھوٹ بولنے والے کو

ج۔ سستی کرنے والے کو د۔ جھوٹی قسم کھانے والے کو

۵۔ فصلوں کی زکوٰۃ کہلاتی ہے:

الف۔ عشر ب۔ صدقہ ج۔ فطرانہ د۔ قرضِ حسنہ

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟

۲۔ ملاوٹ اور دھوکہ دہی کو مثال سے واضح کریں۔ ۳۔ گردشِ دولت کے کیا فائدے ہیں؟

۴۔ سودی کاروبار کے بارے میں کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۵۔ ذخیرہ اندوزی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ کسبِ معاش میں کن اصولوں کا خیال رکھنے اور کن باتوں سے بچنے کی ضرورت ہے؟

۲۔ معاشی سرگرمی کے اسلامی اصولوں میں سے دو پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے معاشی اسوہ کو ہم اپنی زندگی میں کہاں، کب اور کیسے بروئے کار لا سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- معاشی استحکام کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اثرات کا جائزہ لیں۔
- نیچے دی گئی معاشی سرگرمیوں میں سے آپ کن کن میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ یہ کام آپ نے کب کیے، کس کی مدد سے کیے اور ان کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ یہ بھی بتائیں کہ اس میں آپ نے نبوی آداب پر کیسے عمل کیا۔

کمیٹی ڈالنا	پیسے جمع کرنا	شراکت داری	والدین کے کاروبار میں معاونت	ای کامرس	کھانے پینے اور دیگر اشیا کی خرید و فروخت

- سیرت نبوی کی روشنی میں کامیاب معاشی سرگرمیوں کے لیے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں آپ کن کن کاموں سے پیدا کریں گے۔

خوبیاں	خود اعتمادی	دیانت داری	وعدے کی پاسداری	ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی سے پرہیز	مل جل کر کام کرنا	مناسب قیمت پر اشیا کی خرید و فروخت	مستقل مزاجی اور محنت سے کام کرنا	وقت کی پابندی
معاشی سرگرمی								

-

برائے اساتذہ کرام

- سیرتِ طیبہ کی روشنی میں دورِ جدید کے معاشی ذرائع (ای کامرس وغیرہ) کے اخلاقیات پر مذاکرہ کروائیں۔

www.ilmkidunya.com

باب چہارم

اخلاق و آداب

www.ilmkidunya.com

اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت

حاصلاتِ تعلم

قرآن و سنت کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ کر اسے اپنی زندگی میں لاگو کرتے ہوئے ایک فلاحی معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کی اہمیت و فضیلت کو سمجھ سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- عملی زندگی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے معاشرتی فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی سے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکیں۔
- عملی زندگی کے معاملات میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے کاموں میں شمولیت اختیار کر کے معاشرتی فلاح و بہبود میں اپنا کردار ادا کر کے اپنی دنیا و آخرت بہتر بنا سکیں۔

معنی و مفہوم

اجتماعی خیر خواہی سے مراد ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کی بھلائی اور بہتری کی خواہش کرنا اور اس کے حصول کے لیے اقدامات کرنا، جب کہ احترام انسانیت سے مراد یہ ہے کہ کسی تفریق کے بغیر ہر شخص کے جان، مال اور عزت کی حرمت کا خیال رکھا جائے۔ گویا کہ انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا خیال رکھا جائے خواہ وہ کسی بھی نسل، رنگ، مذہب، ذات یا قبیلے سے ہو۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کیا جائے۔

> ارشادِ نبوی ﷺ
>
> اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ
>
> "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"
>
> (صحیح بخاری: 10)

اہمیت و فضیلت

اسلام میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت بے حد اہم مقام رکھتی ہے۔ دینِ اسلام میں دوسروں کا خیال رکھنا اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچانا اسی طرح اہمیت کا حامل ہے جیسے دیگر عبادات ہیں۔ اجتماعی خیر خواہی کی اس قدر اہمیت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، یعنی دین نام ہی خیر

خواہی کا ہے (سنن ابو داؤد: 4944)۔ یہ خیر خواہی صرف مسلمانوں کے لیے محدود نہیں ہے، بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی بھلائی کا سلوک کرنا اسلام کی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔ اسلام نے انسانوں کے ساتھ ساتھ بے زبان جانوروں، پرندوں اور پودوں کا خیال رکھنے کا بھی درس دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام کو بہت عزت وفضیلت عطا فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل: 70)

ترجمہ: "اور یقیناً ہم نے آدم (علیہ السلام) کی اولاد کو عزت بخشی اور ہم نے اُنھیں خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے اُنھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا فرمایا اور اُنھیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی"۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت مکرّم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کائنات کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، نیز انھیں اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے شرف کو پہچانتے ہوئے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرے اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرے۔ انسانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے ہی تمام انسانوں میں سے امّتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کا درجہ دیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

(سورۃ آل عمران: 110)

ترجمہ: "(مسلمانو!) تم بہترین اُمّت ہو جسے لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کی فضیلت اس بات پر مبنی ہے کہ وہ ساری انسانیت کی خیر خواہ اور نفع رساں ہو اور ہدایت کی طرف انسانوں کی راہ نمائی کرے۔ سب انسانوں کا باہمی تعاون کے ساتھ زندگی گزارنا ہی اجتماعی خیر خواہی کا مقصد ہے۔ ایک انسان کا دوسرے انسان پر یہ حق ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے زمین میں فساد ہو۔ اسی طرح دوسرے انسان کا مال کھانا، اس سے چوری کرنا یا دھوکہ دینا بھی اجتماعی خیر خواہی کے منافی اعمال ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دیگر تعلیمات اپنی امت کے سامنے رکھیں وہیں آپ ﷺ نے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کا درس بھی دیا۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہلِ بیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نبی اکرم ﷺ نے تاریخ انسانی کے سب سے اعلیٰ اخلاقی معیار قائم کیے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ آپ ﷺ نبوت سے پہلے اور بعد میں بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا عمل فرماتے۔ اس کی مثال اس بات سے لی جاسکتی ہے کہ ہجرت سے قبل پورا مکہ آپ ﷺ کا دشمن تھا اور آپ ﷺ کی دعوت سے ان کو کھلا انکار تھا؛ لیکن امانتوں کے لیے اگر کوئی محفوظ جگہ تھی تو وہ آپ ﷺ ہی کی ذاتِ مبارکہ تھی۔ آپ ﷺ کی خیر خواہی کی انتہا یہ تھی کہ طائف میں جب لوگوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسا کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا، اس دن پہاڑوں کا فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو طائف کے دونوں پہاڑوں کو ٹکرا دوں اور یہ گستاخ قوم تباہ ہو جائے، اس وقت آپ ﷺ کا جواب تھا کہ

www.ilmkidunya.com

نہیں، میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا فرمائیں گے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

اسی طرح ایک جنگ کے دوران صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یمامہ کے سردار ثمامہ ابن اثال کو زندہ پکڑ لیا اور خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ان کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو قتل کر دیں، اگر آپ چاہیں تو معاف کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان کو رہا کر دیا، جبکہ دشمن کے سردار کو رہا کرنے کا اس وقت عرب میں کوئی رواج نہ تھا۔ مگر رہا ہوتے ساتھ ہی وہی سردار ایک قریبی باغ میں جا کر غسل کرنے کے بعد دوبارہ واپس آیا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا (صحیح مسلم: 3310)۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ایسے بے شمار واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

آپ ﷺ کے اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ ﷺ کی سکھائی ہوئی تعلیمات کے مطابق اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے جذبے سے سرشار تھے۔ مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان قائم ہونے والا مواخات کا رشتہ اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس بھائی چارہ کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس کی بنیاد میں اخلاق و محبت، ایثار و ہمدردی اور مساوات کا خمیر شامل تھا۔ اس صالح معاشرے سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وہ جماعت تیار ہوئی جو رہتی دنیا تک کے تمام انسانوں کے لیے اعلیٰ ترین اخلاقی نمونے چھوڑ گئی۔ مہاجرین اور انصار کے مابین قائم ہونے والے اس رشتے کی بدولت ان میں بھائی چارے اور اجتماعی خیر خواہی کا وہ جذبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے اپنی ضروریات پر اپنے بھائی کی ضرورت کو ترجیح دی۔ اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی زیرِ سرپرستی میثاقِ مدینہ جب عمل میں آیا تو تمام مسلمان اور غیر مسلم ایک ریاست کے شہری قرار پائے اور ان کے حقوق کی حفاظت کے اقدامات عمل میں آئے۔ احترامِ انسانیت کے جذبے کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غیر مسلم شہریوں کے حقوق کا تحفظ کیا اور رہتی دنیا تک کے لیے مثالیں قائم کیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل مثالیں بھی قابلِ ذکر ہیں:

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ (اے کعبہ) تیرا مقام کس قدر بڑا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کا احترام تجھ سے بھی زیادہ ہے۔
- ہجرتِ مدینہ کے بعد انصار نے مہاجرین کو اپنے مال میں شریک کرنا، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ ہر قسم کا ایثار کرنا اجتماعی خیر خواہی کی بہترین مثال ہے۔
- حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھوں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کروں گا۔

معاشرتی فوائد و ثمرات

اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو معاشرے پر دوررس اثرات مرتب کرتا ہے۔ ہر معاشرے میں مختلف رنگ و نسل کے لوگ آباد ہوتے ہیں، جن میں کئی قسم کے مذہبی اور فکری اختلافات ہوتے ہیں۔ ان اختلافات کے باوجود اگر تمام لوگ روزمرہ زندگی میں آپس میں احترام و محبت سے پیش آئیں اور ایک دوسرے سے تعاون کریں تو معاشرہ خوشیوں کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے سے نہ صرف معاشرے میں لڑائی جھگڑے کم ہوتے ہیں، بلکہ جرائم کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے کام آنے سے، اپنے گلی محلے

کی صفائی کا خیال رکھنے اور آس پاس رہنے والے نادار لوگوں کی مدد کرنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، بلکہ آپس میں محبت اور احساس کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔ اور نہ صرف اس سے معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے، بلکہ ملک و قوم ترقی و خوشحالی کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ مدینہ منورہ کی ریاست کی مثال اس موقع پر نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ مہاجرین، انصار اور یہود نے ایک معاشرے میں رہتے ہوئے اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کو اپنایا اور ایک مثالی فلاحی ریاست قائم ہوئی۔ اس لیے ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کے اصولوں کو ملحوظِ خاطر رکھیں اس سے ہمارا معاشرہ امن و آشتی کا گہوارہ بن جائے گا اور افراد کی دنیا اور آخرت میں کامیابی یقینی ہو گی۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق دین نام ہے:

(الف) نماز کا (ب) سچائی کا (ج) خیر خواہی کا (د) عمل کا

۲۔ خیر خواہی کے مستحق ہیں:

(الف) تمام مسلمان (ب) تمام انسان (ج) نیک انسان (د) تمام مخلوقات

۳۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت کا درجہ دیا:

(الف) عبادات کی وجہ سے (ب) اخلاق کی وجہ سے (ج) خیر خواہی کی وجہ سے (د) اچھے اعمال کی وجہ سے

۴۔ اجتماعی خیر خواہی سے جذبہ پیدا ہوتا ہے:

(الف) بھائی چارے کا (ب) طاقت حاصل کرنے کا (ج) عبادت کا (د) سچائی کا

۵۔ معاشرے میں لڑائی جھگڑے ختم ہوتے ہیں:

(الف) غرباء کی امداد سے (ب) آپس کے حقوق کا خیال رکھنے سے

(ج) طاقت کے زور سے (د) محنت سے

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ اسلام سے پہلے دنیا کے معاشرتی حالات کیسے تھے؟

۳۔ احترامِ انسانیت سے متعلق ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

۴۔ مواخاتِ مدینہ سے مدنی معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

۵۔ معاشرے میں جرائم کی روک تھام میں اجتماعی خیر خواہی اور احترامِ انسانیت کیسے کردار ادا کرتے ہیں؟

www.ilmkidunya.com

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت پر دلائل دیں۔

۲۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت پر مفصل نوٹ تحریر لکھیں۔

۳۔ اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت معاشرے کے لیے کیوں ضروری ہے؟ تفصیلاً لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے چیدہ چیدہ نکات کی فہرست مرتب کریں۔
- روزمرہ زندگی میں ہم جن جن اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- نیچے دیے گئے اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے آپ کن کن کاموں میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان کاموں کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

محلے یا کمرا جماعت کی صفائی	شجرکاری کی مہم	ناداروں کی مدد	پارکوں کی صفائی	معذوروں کی امداد	ہسپتال میں عوام کی رہنمائی

- اجتماعی خیر خواہی کے کاموں میں سے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں کن کاموں سے پیدا ہوتی ہیں۔

خوبیاں	احترام انسانیت	ایثار	حقوق العباد کا احترام	خدمتِ خلق	جانوروں کا خیال	خدا ترسی	حسنِ اخلاق	سخاوت
اجتماعی خیر خواہی کے کام								

برائے اساتذہ کرام

- رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور سیرت اہل بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اجتماعی خیر خواہی کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- طلبہ سے اجتماعی خیر خواہی اور احترام انسانیت کے بارے میں کتب کا مطالعہ کروائیں اور مذاکرہ منعقد کریں۔

www.ilmkidunya.com

اخلاقی رذائل سے اجتناب

(تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی)

حاصلاتِ تعلّم

قرآن و سنّت کی روشنی میں اخلاقی رذائل (تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) سے اجتناب کی اہمیت اور احکام کو سمجھ کر اپنی زندگی، ان رذائل سے بچ کر گزار سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اخلاقی رذائل (تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی) کے معنی و مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت کے بارے میں جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ اخلاقی رذائل سے اجتناب کی تلقین کے بارے میں جان سکیں۔
- اس بات کا جائزہ لے سکیں کہ مذکورہ اخلاقی رذائل اپنانے سے معاشرے میں کون کون سے بگاڑ پیدا ہو سکتے ہیں اور ان کا تدارک کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- قرآن و سنّت کی روشنی میں مذکورہ اخلاقی رذائل کی مذمت سے آگاہ ہو کر روزمرہ زندگی میں اس سے اجتناب کرنے والے بن سکیں۔
- روزمرہ زندگی کے معاملات میں مذکورہ اخلاقی رذائل سے اجتناب کر کے معاشرے کی بہتری میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

دینِ اسلام میں جہاں ہمیں عبادات کا حکم ہے، وہیں اسلام ہمیں بہت سی بری عادات سے رکنے کا حکم دیتا ہے۔ ان بری عادات کا نہ صرف انسان کی شخصیت پر، بلکہ پورے معاشرے پر انتہائی برا اثر پڑتا ہے۔ ان اخلاقی رذائل میں تعصّب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بد عنوانی وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔

تعصّب

تعصّب کے معنی ہیں بے جا طرف داری یعنی کسی شخص کے ساتھ اس کے رنگ و نسل یا مذہب کی وجہ سے اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا یا اسے کم تر جاننا۔ جبکہ اپنی قوم یا قبیلے کے لوگوں کو دوسروں سے بہتر جاننا اور باقی لوگوں کو کمتر جاننا بھی تعصّب کی ایک قسم ہے۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرہ بھی اسی تعصّب کا بدترین شکار تھا۔ لوگ اپنے اپنے قبیلے کو باقیوں سے بہتر سمجھتے تھے اور ظلم و جبر کے کاموں میں بھی اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان قبیح روایات کا خاتمہ کیا اور انسانیت کو درس دیا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں برابر ہیں۔ اسلام نے تعصّب اور اس سے جڑی روایات کی سختی سے مذمت کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں پیدا کرنے کی حکمت کچھ یوں بتائی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۃ الحجرات: 13)

ترجمہ: ''اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمھیں (مختلف) قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے عرب کے اس معاشرے میں امیر و غریب اور ذات پات کی تمیز کو ختم کر کے سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ اس کی بہترین مثال فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر کئی بڑے بڑے سرداروں کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا شرف دیا، جو کہ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ اس سے معاشرے کے لیے یہی پیغام تھا کہ اسلام میں کسی کو بھی نسل یا رنگ کی بنیاد پر فضیلت یا اہمیت نہیں مل سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف مسلم قبائل، بلکہ غیر مسلم قبائل میں بھی نکاح کیے، تاکہ مذہبی تعصب کا بھی خاتمہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اُمّ المومنین بننا ہمارے لیے ایک روشن مثال ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر کے ایک نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے رشتۂ ازدواج میں لے کر ہر طرح کے تعصب کا خاتمہ فرما دیا۔ اس سلسلے میں ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جسے عصبیت پر موت آئی وہ ہم میں سے نہیں ہے (سنن ابوداؤد: 5121)

خود پسندی

خود پسندی کے معنی ہیں اپنی ذات کو دوسرے لوگوں سے اونچا یا بہتر جاننا اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنا۔ اس کے علاوہ اپنے کمال (مثلاً علم یا عمل یا مال) کو اپنا کمال سمجھنا اور اس بات کا خوف نہ رکھنا کہ یہ چھن جائے گا۔ اسلام میں خود پسندی ایک مکروہ عمل ہے اور اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (سورۃ النجم: 32)

ترجمہ: ''تو تم اپنی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو وہ خوب جانتا ہے کس نے پرہیز گاری اختیار کی۔''

اللہ تعالیٰ ہر انسان کو متعدد خوبیوں سے نوازتا ہے، بسا اوقات اس کا کوئی ایک کمال ممتاز حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور وہ اسکے حوالے سے دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس خوبی میں دوسروں سے بہتر خیال کرنے لگتا ہے۔ اس سے وہ انسان خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے جو بعد میں تکبر کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ خود پسندی اخلاقی رذائل میں سے شیطان کا ایک ایسا ہتھیار ہے جو بہت کم رائیگاں جاتا ہے۔ بڑے بڑے عابد، زاہد عالم فاضل بھی اسکے اس ہتھکنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے آپ کو بہت بلند و بالا اور عظیم سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو حقیر اور کم تر۔ یہی احساس پہلے اس کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور پھر اپنے مقام سے تنزلی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جو کہ تمام انسانیت میں سب سے اعلیٰ اور ارفع مقام رکھتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو حقیر نہیں جانا۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خود اس پر عمل کیا، بلکہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی اس کی تعلیم دی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین باتیں انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں، بخل کی پیروی، نفس کی اتباع، خود پسندی اور خود نمائی۔ (مسند بزار: 3366)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خود پسندی ستر سال کے عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

فحش گوئی

فحش گوئی یعنی بے ہودہ باتیں کرنے کا مطلب ہے کہ انسان اپنی زبان سے ایسی باتیں نکالے جو شرافت و تہذیب اور شرم و حیا کے دائرہ سے خارج ہوں، جیسے کسی کو گالی دینا، طعنہ زنی کرنا یا کسی پر لعنت بھیجنا۔ اخلاقی رذائل میں سے یہ ایک ایسا برا عمل ہے کہ جو انسان کی شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے اور اس

www.ilmkidunya.com

کی آخرت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس عمل کی مذمت ان الفاظ میں کی کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین وہ ہے جسے لوگ اُس کی فحش کلامی سے بچنے کے لیے چھوڑ دیں (صحیح بخاری: 6131)۔

فحش گوئی ایسا برا عمل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ فحش گوئی کو نفاق کی ایک شاخ کہا گیا ہے اور ایسے شخص کے لیے جہنم کے عذاب کی وعید ہے۔ فحش گوئی سے مغلظات اور گالیاں ہی مراد نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے ہر وہ بات اس میں شامل ہے جو دوسرے کی توہین و تحقیر یا اس کی دل آزاری کا سبب ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ماں باپ کو بُرا بھلا نہ کہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا کہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟ یعنی یہ بات تو کسی بھی شخص سے نہیں ہو سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے گا تو وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو ایسا ہی کہے گا (صحیح بخاری: 5973)، گویا اس کی گالی اپنے ہی والدین کو گالی کا سبب بن جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی کرتے ہو۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فحش گو پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے۔ اس لیے ہر طرح کی بدزبانی اور گالم گلوچ سے بچنا چاہیے۔

منشیات کا استعمال

اسلامی شریعت کے احکام بنیادی طور پر جن پانچ مقاصد پر مبنی ہیں ان میں دین، جان، نسل اور مال کی حفاظت کے ساتھ عقل کی حفاظت بھی شامل ہے، عقل اور فکر کی قوت کو باقی اور توانا رکھنا اور اسے نقص و خلل سے محفوظ رکھنا دین کے مقاصد میں سے ہے۔ شراب، منشیات اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کو شریعتِ اسلام میں حرام، ناپاک اور مہلک اسی لیے بتایا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان انسانیت کے پردے سے باہر آجاتا ہے اور پھر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس سے انسانیت اور شرافت شرم سار ہو جاتی ہیں۔ ہمارے موجودہ سماج میں منشیات کا استعمال تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے اور خاص طور پر نوجوانوں کا طبقہ اس لت میں بری طرح مبتلا ہوتا جا رہا ہے، صورت حال اس قدر تشویش ناک ہے کہ ہزار ہا ہزار گھر تباہی کے دہانے پر ہیں اور اخلاقی بے راہ روی عام ہو گئی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے منشیات کو حرام بلکہ ناپاک قرار دیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کی بڑی سخت وعید آئی ہے اور بار بار رسول اللہ ﷺ نے پوری وضاحت کے ساتھ اس کے حرام اور گناہ ہونے کو بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (صحیح بخاری: 5585)۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شے کی زیادہ مقدار نشہ کا باعث ہو، اس کی کم مقدار بھی حرام ہے (سنن ترمذی: 1865)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے شراب پی، اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں فرماتا۔

رشوت ستانی

اسلامی اصطلاح میں رشوت دراصل اس مال کو کہتے ہیں جسے ضرورت مند شخص اس شرط پر حاکم کو دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ دے یا کسی ایسے شخص کو اس شرط پر دے جو حاکم سے اس کا کام کرا دے گا۔ اسلام جہاں حلال ذرائع سے رزق کمانے کی تعلیم دیتا ہے وہیں حرام ذرائع سے اجتناب کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رشوت ایک حرام اور ناجائز ذریعہ آمدن ہے اور اسلام حرام سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ نہ صرف رشوت لینا ایک جرم ہے، بلکہ رشوت دینے والا بھی اسی عمل میں برابر کا گنہگار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رشوت کی حرمت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے (سنن ابوداؤد: 3580)۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل بنا کر بھیجا۔ وہ جب زکوٰۃ وصول کر کے واپس آیا تو اس نے مال زکوٰۃ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کچھ ایسی چیزیں بھی پیش کیں جس کے بارے میں اس کا کہنا یہ تھا کہ یہ مجھے لوگوں نے تحفے کے طور پر دی ہیں اس لیے یہ میرا حق ہے۔ آپ ﷺ نے برہم ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو میں عاملِ زکوٰۃ بنا کر بھیجتا ہوں اور وہ واپس آکر کہتا ہے کہ یہ مالِ زکوٰۃ ہے اور یہ وہ تحائف ہیں جو مجھے دیے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اس شخص کو میں

عامل نہ بناتا تو کیا پھر بھی اس کو یہ تحائف ملتے ؟ (صحیح بخاری: 7174)۔ مطلب یہ ہے کہ جو تحائف کسی کو حاکم ہونے کی وجہ سے ملتے ہیں وہ دراصل بالواسطہ رشوت ہوتے ہیں صرف نام بدل دیا جاتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ایسے تحائف کو بھی رشوت ہی کی طرح حرام ٹھہرایا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ کسی آدمی نے کسی حاکم سے اپنی حاجت پوری کرنے کو کہا اور اس نے اس کی حاجت پوری کر دی، پھر اُس نے اسے ہدیہ بھیجا اور اس نے قبول کر لیا، تو یہ حرام ہے۔

بدعنوانی

کسی بھی معاشرے میں دیانت داری کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اگر معاشرے کے تمام افراد اپنی اپنی ذمہ داریاں دیانتداری کے ساتھ انجام دیں تو معاشرہ ایک مثالی ترقی یافتہ معاشرہ بن جاتا ہے۔ لیکن اگر لوگ دیانت داری کے بجائے بددیانتی اور خیانت پر اتر آئیں گے تو معاشرہ اخلاقی، معاشی اور معاشرتی پستی کا شکار ہو جائے گا اور اسی کو بدعنوانی کہا جاتا ہے۔ اگر کسی ملک میں بدعنوانی سرایت کر جائے تو وہاں دولت کی عادلانہ تقسیم ممکن نہیں رہتی۔ اگر سرکاری افسران بدعنوانی میں ملوث ہو جائیں تو ملکی خزانہ غلط طور پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ غیر حقدار لوگ تو ناجائز ذرائع سے سب کچھ لے جاتے ہیں لیکن حقدار محروم رہ جاتے ہیں اور ملکی آمدنی عوام تک نہیں پہنچ پاتی۔ یوں ملک ترقی کی بجائے تنزلی کی جانب بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ عادلانہ طرزِ حکومت پر زور دیا ہے۔ تمام حکمرانوں اور حکومتی عہدیداروں کو اپنے فرائض دیانتداری سے انجام دینے کی تلقین کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اس بارے میں ہمارے لیے بہترین مثال ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین نے بھی ان روشن اصولوں کو اپنائے رکھا۔ خصوصاً خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اعلیٰ طرزِ حکمرانی کی وہ مثالیں قائم ہوئیں جنھیں آج تک دنیا یاد کرتی ہے۔ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ حکمران کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق امانت ادا کرے۔ اگر وہ یہ حق ادا کرتا ہے تو عوام پر بھی اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن میں ہر خصلت ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

ان اصولوں کی پیروی کرنے سے ان تمام اخلاقی رذائل کا ازالہ کیا جا سکتا ہے اور معاشرہ تعصب پسندی، فحش گوئی، منشیات، رشوت ستانی جیسی تمام خرابیوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی ان رذائل سے بچیں اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسوہ کو سامنے رکھ کر اپنے معاشرے کو ان تمام رذائل سے پاک کرنے کی جدوجہد کریں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ کسی شخص کے ساتھ اس کے رنگ و نسل یا مذہب کی وجہ سے اس کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا یا اسے کم تر جاننا کہلاتا ہے:

(الف) تکبر (ب) تعصّب (ج) خود پسندی (د) ناانصافی

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف گروہوں اور قبیلوں میں پیدا کیا:

(الف) آپس میں احساسِ برتری کے لیے (ب) جنگ و جدل کے لیے

(ج) آپس میں پہچان کے لیے (د) ایک دوسرے کی مدد کے لیے

۳۔ خود پسندی شکل اختیار کر لیتی ہے:

(الف) تکبر کی (ب) حسد کی (ج) تعصّب کی (د) بدعنوانی کی

www.ilmkidunya.com

۴۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق حاکم ہونے کی وجہ سے ملنے والے تحائف کی حیثیت ہوتی ہے:

(الف) خیانت کی (ب) رشوت کی (ج) چوری کی (د) اقربا پروری کی

۵۔ اسلام میں منشیات اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کو حرام قرار دینے کی سب سے اہم وجہ ہے:

(الف) مال کا ضائع ہونا (ب) صحت خراب ہونا (ج) اخلاقی برائیاں پیدا ہونا (د) بزدل ہو جانا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اخلاقی رذائل سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے تعصب کی مذمت کیسے کی؟

۳۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق انسان کو ہلاک کر دینے والی تین چیزیں کونسی ہیں؟

۴۔ فحش گوئی کی مذمت میں ایک حدیثِ مبارکہ بیان کریں۔ ۵۔ بدعنوانی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اخلاقی رذائل سے چھٹکارا معاشرے کے لیے کیوں ضروری ہے؟ مذکورہ اخلاقی رذائل ایک معاشرہ کیسے چھٹکارا پا سکتا ہے؟ وضاحت کریں۔

۲۔ تعصب اور خود پسندی میں فرق واضح کریں اور بتائیں کہ ہم کس طرح ان رذائل سے بچ سکتے ہیں؟

۳۔ فحش گوئی اور منشیات کے استعمال سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ تفصیلاً بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) سے اجتناب سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان رذائل کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کرائیں۔
- اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور بتائیں کہ ہمارے اندر کون کون سے اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) موجود ہیں یا موجود نہیں ہیں۔ اگر موجود ہیں تو ان سے بچنے کے لیے ان شاء اللہ لکھیں اور اگر موجود نہیں ہیں تو الحمد للہ لکھیں۔

اخلاقی رذائل	تعصب	خود پسندی	فحش گوئی	منشیات کا استعمال	بدعنوانی
ان شاء اللہ یا الحمد للہ					

برائے اساتذہ کرام

- عملی زندگی سے مثالیں دیں کہ اخلاقی رذائل (تعصب، خود پسندی، فحش گوئی، منشیات کا استعمال، رشوت ستانی، بدعنوانی) سے معاشرے میں کون کون سے بگاڑ پیدا ہو رہے ہیں اور ان کے تدارک میں ہم کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب

حاصلاتِ تعلّم

قرآن وسنّت کی روشنی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کی اہمیت وفضیلت کو سمجھ کر اسے اپنی زندگی میں لاگو کرتے ہوئے ایک پر امن فلاحی معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- معاشرتی تعلق کے معنی ومفہوم اور فضیلت واہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کی روشن مثالیں سمجھ سکیں۔
- روزمرّہ زندگی میں معاشرتی تعلق بشمول سوشل میڈیا کے استعمال کے آداب اور حدود وقیود کو سمجھ سکیں۔
- روزمرّہ معاملات اور گھریلو زندگی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب اپنانے میں معاشرتی فوائد وثمرات کی اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی ﷺ، سیرتِ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے معاشرتی تعلق کی مثالیں جان کر اپنے قول وفعل کا جائزہ لے سکیں۔
- معاشرتی تعلق کے اخلاق اپنا کر معاشرے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کے سدِباب میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں خاندان کی صورت میں آباد کیا اور اسے کئی رشتوں میں منسلک کیا۔ ہر انسان کے دنیا میں کئی رشتے ہوتے ہیں جن سے اسکا زندگی بھر کے لیے تعلق قائم رہتا ہے۔ ان میں سے کچھ گھر کے افراد ہوتے ہیں، کچھ پڑوسی اور کچھ دوست اور دیگر قرابت دار ہوتے ہیں۔ ان سب کے ساتھ انسان کے تعلق کو معاشرتی تعلق کہا جاتا ہے۔ اسلام میں اسی معاشرتی تعلق کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جس میں فرد کی انفرادی زندگی سے پورے انسانی معاشرے کی اجتماعی زندگی تک، فرد اور معاشرے کی اصلاح کی ضمانت فراہم کی گئی ہو۔ اسلام کے اسی فلسفۂ حیات کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر عمل میں آتی ہے۔ اسلامی تہذیب ومعاشرت اسلامی ضابطۂ حیات کی ترجمان اور انسانی فطرت کی عکاسی کرتی ہے۔

www.ilmkidunya.com

اخلاق و آداب کی اہمیت و فضیلت

معاشرتی تعلقات اور ان کے آداب کو دین میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ دینِ اسلام اعمال و عبادات کے ساتھ ساتھ معاشرتی آداب پر بھی زور دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومنین میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے اہل و عیال پر زیادہ مہربان ہے۔(سنن ترمذی:2612)

معاشرتی تعلق اور اخلاق

معاشرے میں سب سے پہلے انسان کا تعلق جن سے بنتا ہے، وہ اس کے والدین ہیں۔ والدین ہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جو پیدائش سے لے کر زندگی کے ہر مرحلے میں ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ اس لیے ہمارے حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ مستحق والدین ہی ہوتے ہیں۔ اسلام ہمیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے، ان کا حکم ماننے اور ان کی خدمت کا حکم دیتا ہے۔ والدین کے علاوہ بھی ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ملنے والے ہر شخص کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آئیں اور معاشرتی تعلق کے درج ذیل اخلاق و آداب کو ملحوظِ خاطر رکھیں۔

مسکرا کر بات کرنا: معاشرتی تعلق کے ان اخلاق و آداب میں بہت سی چیزیں شامل ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک مسکرا کر بات کرنا بھی ہے۔ اسلام ہمیں اپنی روزمرہ زندگی میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے مسکرانے کا درس دیتا ہے۔ ایک دوسرے سے مسکرا کر بات کرنے سے نہ صرف آپس میں محبت بڑھتی ہے بلکہ یہ ایک نیکی کا کام بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اپنے بھائی سے ملتے ہوئے مسکرانا بھی نیکی ہے۔"(سنن ترمذی:1970)

شکریہ ادا کرنا: معاشرتی تعلق کے آداب میں دوسرا اہم عمل ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ نیکی یا بھلائی کا سلوک کرے تو ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا کریں۔ مثال کے طور پر اگر سفر کے دوران کوئی ہماری ضرورت پوری کرے یا مجلس میں کوئی بیٹھنے کے لیے جگہ دے، یا کوئی بھی شخص کسی بھی موقع پر ہمارے ساتھ کوئی اچھا عمل کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا(سنن ابوداؤد: 4811)۔ لوگوں کا شکریہ ادا کرنے سے نہ صرف معاشرے میں ایک خوشگوار ماحول بنتا ہے، بلکہ اس سے باہمی امداد کا جذبہ مزید پروان چڑھتا ہے۔

سلام کرنا: اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے سکھائے ہوئے آدابِ معاشرت میں سلام کرنے کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جب کسی سے ملاقات کی جائے تو سب سے پہلا کام سلام ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی راہ چلتے ہوئے بھی اگر کوئی ملے تو اسے سلام کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ سلام کرنے میں ہماری جانب سے پہل ہو۔ اور اگر کوئی ہمیں سلام کرے تو اس کا جواب بھی لازمی دیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ (سورۃ النساء:86)

"ترجمہ: اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو تم اُس سلام کا بہتر جواب دو یا اُسی کو لوٹا دو"۔

سلام کرنا نہ صرف ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دینا ہے، بلکہ اس سے معاشرتی تعلقات کو فروغ دینے اور انھیں استوار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ سلام کرنے کے ساتھ ساتھ مصافحہ اور معانقہ کرنا نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔ سلام کے ساتھ مصافحہ محبت اور گرم جوشی کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف انسان اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے، بلکہ آپس میں اعتماد اور گرم جوشی کا ایک تعلق استوار ہوتا ہے۔ اس کے متعلق آپ ﷺ نے

www.ilmkidunya.com

ارشاد فرمایا: ''اگر دو مسلمان آپس میں ملتے ہوئے اخوتِ دینی کی بنا پر مصافحہ کریں تو وہ جدا ہونے سے پہلے بخش دیے جاتے ہیں۔'' (سنن ابوداؤد: 5212)

ملاقات کرنا: معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب میں ہمیں اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ ہم اگر کسی سے ملاقات کی غرض سے اس کے گھر جا رہے ہیں تو اس گھر کے اندر اجازت لے کر داخل ہوں اور ملاقات کو بلاوجہ طول نہ دیں۔ جس مقصد کے لیے کسی کے گھر گئے ہیں، اس کے پورا ہوتے ہی واپس لوٹ آئیں۔ ہمارے دیر تک رکنے سے ہمارے میزبان کے آرام اور دیگر معاملات میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ اس امر پر قرآن مجید نے ہماری ان الفاظ میں رہنمائی کی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۃ النور: 27)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہونا یہاں تک کہ تم اجازت (نہ) لے لو اور گھر والوں کو سلام (نہ) کر لو یہ تمھارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

سوشل میڈیا کا استعمال: پرانے ادوار میں جہاں انسانوں کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ ظاہری ملاقات سے ہی ممکن تھا، آج کے جدید دور میں یہ فاصلہ سوشل میڈیا کے ذریعے سمٹ چکا ہے۔ آج ہمیں کسی سے ملاقات کے لیے اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم میلوں دور بیٹھ کر ملاقات کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دور بیٹھ کر سوشل میڈیا یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کو بھول جائیں۔ سوشل میڈیا پر بھی ہمیں کئی چیزوں کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً کسی کے بارے میں غلط اور جھوٹی خبر کو بلا تصدیق نہ پھیلایا جائے اور نہ ہی کسی کی کوئی ذاتی معلومات یا تصاویر کو شائع کیا جائے۔ کسی کی کردار کشی کرنا، چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے ہو، اسلام کی تعلیمات کے مطابق سخت گناہ ہے۔ اس لیے جدید دور کے حالات میں بھی معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کو اپنائے رکھنا نہایت ضروری ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ اور سیرتِ اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کی مثالوں سے بھرپور ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف خود ان اصولوں پر عمل کر کے اپنی امت کے لیے مثال قائم کی، بلکہ آپ ﷺ کے اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی ان ہی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی گزاری۔ آپ ﷺ جیسے اخلاقِ حسنہ نہ تو آج تک کسی نے دیکھے اور نہ ہی رہتی دنیا تک اُن کی کوئی مثال مل پائے گی۔ آپ ﷺ جب بھی کسی سے ملتے تو مسکرا کر ملتے اور ملاقات کا آغاز سلام سے کرتے۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراتا ہوا چہرہ کسی اور کا نہیں دیکھا۔ جب بھی آپ ﷺ کسی سے ملاقات فرماتے تو مصافحہ کرتے اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص مدّت کے بعد ملتا یا لمبے سفر سے واپس آتا، تو اس کے ساتھ اظہارِ محبت کے لیے معانقہ فرماتے یعنی گلے ملتے۔ سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ آئے اس وقت آپ ﷺ میرے ہاں تشریف فرما تھے، انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ ﷺ نے اس وقت کرتا اتارا ہوا تھا، آپ ﷺ اسی حالت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگالیا اور انھیں چوما۔ اسی طرح آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر

تشریف لے جاتے تو دروازے کے بالکل سامنے قیام نہ فرماتے، بل کہ ایک طرف ہو کر کھڑے ہوتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپ ﷺ نے اس کی تعلیم دی اور اس اہم تعلیم کو نظر انداز کرنے پر سرزنش اور تربیت بھی فرمائی۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا اور اس نے آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں سے اندر جھانکا، نبی ﷺ ایک کنگھے سے اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم جھانک رہے ہو تو یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اجازت مانگنے کا حکم تو اسی لیے دیا ہے کہ اندر نگاہ نہ پڑے" (صحیح بخاری: 6241)۔ یعنی تمھیں اندر جھانکنے کے بجائے ایک طرف کھڑے ہو کر اجازت مانگنی چاہیے تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ غربا کی ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو صفہ میں بیٹھے کھا رہے تھے، ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدعو کر لیا، آپ رضی اللہ عنہ شریک طعام ہو گئے اور فرمایا کہ خدا متکبرین کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی، اب تم میرے یہاں آؤ، وہ لوگ آگئے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ذخیرہ ہے سب ان لوگوں کے حوالہ کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیاتِ مبارکہ سے روزمرہ زندگی گزارنے کے اخلاق و آداب کے حوالے سے بے شمار مثالیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

اخلاق و آداب کے فوائد و ثمرات

1۔ باہمی اتفاق و اتحاد کی فضا پروان چڑھتی ہے۔

2۔ بھائی چارے اور اخوت کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔

3۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا ماحول تشکیل پاتا ہے۔

4۔ انسانوں میں باہمی محبت و احترام پیدا ہوتا ہے۔

5۔ باہمی تنازعات کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ہمیں بھی یہی سبق ملتا ہے کہ ہم اپنی زندگی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق و آداب کو اپنائیں۔ جس طرح سے ہمارے نبی ﷺ نے اپنی روزمرہ زندگی میں اخلاق و آداب کو اپنایا، ہم بھی اسی راستے پر چلنے کی کوشش کریں۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابیاں پوشیدہ ہیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ مستحق ہیں:

(الف) اولاد (ب) والدین (ج) رشتہ دار (د) اساتذہ

۲۔ سلام میں دعا دی جاتی ہے:

(الف) سلامتی کی (ب) رزق میں فراوانی کی (ج) جنت کی (د) باہمی محبت کی

www.ilmkidunya.com

۳۔ اجازت سے متعلقہ احکام کون سی سورت میں بیان کیے گئے ہیں؟
(الف) سورۃ الکہف میں (ب) سورۃ مریم میں (ج) سورۃ النور میں (د) سورۃ الفرقان میں

۴۔ کسی کے گھر داخل ہونے سے پہلے ضروری ہے:
(الف) تحفہ لے کر جانا (ب) عمدہ لباس پہننا (ج) خوشبو لگانا (د) اجازت طلب کرنا

۵۔ حدیثِ مبارکہ کے مطابق مسلمانوں کی بخشش ہو جاتی ہے:
(الف) مصافحہ کرنے سے (ب) قرض دینے سے (ج) خاموش رہنے سے (د) اچھی گفتگو کرنے سے

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ معاشرتی تعلق سے کیا مراد ہے؟

۲۔ کسی سے مسکرا کر ملنا کیوں ضروری ہے؟

۳۔ اسلام میں سلام کرنے کے کیا آداب ہیں؟

۴۔ کسی کے گھر داخل ہونے سے متعلق قرآن مجید میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

۵۔ حضرت زید بن حارثہؓ کے مدینہ منورہ آنے پر نبی کریم ﷺ نے کیسے استقبال کیا؟

ج۔ درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب تفصیلاً لکھیں۔

۲۔ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب کا بہترین نمونہ ہیں۔ اپنے جواب کو حوالوں سے مزین کریں۔

۳۔ معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب پر عمل کرنے سے ہماری زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ وضاحت کریں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- روزمرہ زندگی میں ہم اپنے گھر، خاندان یا محلے کے جن ممکنہ تنازعات اور جھگڑوں میں مصالحت اور صلح صفائی میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں، ان کی فہرست بنائیں۔
- معاشرتی تعلق کو نقصان پہنچانے والے عیوب کی نشاندہی کریں مثلاً استہزاء، بدگمانی وغیرہ۔

برائے اساتذہ کرام

- معاشرتی تعلق کے اخلاق وآداب سے سبق حاصل کرتے ہوئے سوشل میڈیا پر دوسروں کی کردار کشی کرنے کے گناہ اور نقصانات کے متعلق مذاکرہ کروائیں۔

www.ilmkidunya.com

باب پنجم

حسن معاملات و معاشرت

www.ilmkidunya.com

حقوق العباد

(اساتذہ کرام، معاون عملہ، زوجین، اولاد، بیوہ)

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- حقوق العباد کا معنی و مفہوم اور اہمیت جان سکیں۔
- قرآن و سنت کی روشنی میں اساتذہ کرام، معاون عملہ، زوجین، اولاد، بیوہ کے حقوق کے بارے میں جان سکیں۔
- سیرت نبوی، سیرت اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ حقوق کی پاسداری کی مثالیں سمجھ سکیں۔
- مذکورہ حقوق کی عدم ادائیگی کے دنیوی اور اخروی نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- عملی زندگی میں انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کرنے والے بن سکیں۔
- آخرت میں حقوق العباد کی جواب دہی کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے حقوق کی عدم ادائیگی سے اجتناب کر سکیں۔

حقوق العباد کا مفہوم اور اہمیت

حقوق العباد کا لفظی معنی ہے بندوں کے حقوق۔ اسلام میں معاشرتی نظام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اسی لیے اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حقوق العباد میں اپنے بیگانے، ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی، بنی نوع انسان کے ساتھ حسن سلوک، جانوروں کے ساتھ ہمدردی وغیرہ نیز اجتماعی و معاشرتی حقوق کا وسیع تصور شامل ہے۔ قیامت کے روز جیسے اللہ کے حقوق مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا حساب ہو گا ویسے ہی بندوں کے حقوق کا بھی حساب ہو گا۔ میدانِ حشر میں حقوق العباد کے سلسلے میں حق تلفی اس وقت تک معاف نہ ہو گی جب تک کہ صاحبِ حق معاف نہ کر دے۔

اساتذہ کے حقوق

تعلیم ایک نہایت اہم اور مقدس فریضہ ہے، اسی اہمیت اور تقدس کے پیش نظر اُستاد اور شاگرد دونوں کی اپنی اپنی جگہ جداگانہ ذمہ داریاں ہیں۔ اُنہیں پورا کرنا دونوں کے فرائض میں شامل ہے۔ اگر ان ذمہ داریوں کو بطریق احسن پورا کیا جائے تو پھر تعلیم بلاشبہ ترقی کی ضامن ہوتی ہے۔

استاد معلم و مربی ہونے کے لحاظ سے روحانی باپ کے درجے میں ہوتا ہے۔ استاد حصولِ علم کے بنیادی ارکان میں سے اہم رُکن ہے، حصولِ علم میں جس طرح درس گاہ و کتاب کی اہمیت ہے اسی طرح استاد کا ادب و احترام مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔ شاگرد پر استاد کی تعظیم و احترام لازم ہے کیوں کہ استاد کی تعظیم کرنا بھی علم ہی کی تعظیم میں شامل ہے اور ادب کے بغیر اگر علم حاصل ہو بھی جائے تو بھی علم کے فیضان سے یقیناً محرومی ہوتی ہے۔ ایک طالبِ علم اس وقت تک علم سے نفع نہیں اٹھا سکتا جب تک کہ وہ علم، اہلِ علم اور اپنے اساتذہ کی تعظیم و توقیر نہ کرتا ہو۔ ایک حدیث میں ہے:

تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ، وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ (جامع بیان العلم: 583)

علم حاصل کرو۔ اس کے لیے سکینت و وقار بھی سیکھو۔ جن سے علم حاصل کرتے ہو اُن کے لیے تواضع اور عاجزی اختیار کرو۔

ایک دفعہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سواری کی رکاب تھام لی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! آپ ایسا نہ کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی نہیں، ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور اپنے بڑوں کا ایسا اکرام کریں۔

شاگردوں پر استاد کے چند حقوق درج ذیل ہیں:-

۱۔ اُستاد کا احترام کرے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے بھی اپنے آپ کو بچائے۔
۲۔ استاد کی اطاعت کرے اور اس کے ساتھ ادب و احترام سے گفتگو کرے۔
۳۔ استاد کے سامنے اُدب اور شائستگی سے بیٹھے، ان کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرے۔
۴۔ کمرا جماعت میں توجہ اور دھیان سے سبق سنے، اگر سبق سمجھ میں نہ آئے تو اُستاد سے پوچھ لینا طالب علم کی ذمہ داری ہے۔
۵۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ فضول اور وقت ضائع کرنے والے سوالات سے پرہیز کرے۔

معاون عملہ کے حقوق

اسلام کا یہ حسن ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو ماتحتوں اور محکوموں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام یہ تصور دیتا ہے کہ کسی کا نگران یا ماتحت ہونا ایک عارضی معاملہ ہے ورنہ بہ حیثیتِ انسان سب برابر ہیں۔ اسلام سب کے ساتھ اخوت اور برابری کے سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے معاشرے کے ہر فرد کے حقوق متعین فرما دیے۔ جو لوگ دوسروں کی خدمت کر کے روزی کماتے ہیں، ان کے حقوق و فرائض کی نشان دہی فرما دی اور سب کو پابند فرما دیا کہ ان حقوق کی سختی سے پاس داری کریں۔

نبی کریم ﷺ نے ماتحتوں کے حقوق کی اہمیت پر اس قدر زور دیا کہ آپ ﷺ نے اپنے مرض الوفات اور زندگی کے آخری لمحات میں بھی نماز جیسے اہم اسلامی رکن کے ساتھ ساتھ ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی کی وصیت اور تلقین فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین صفات ایسی ہیں کہ جس میں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دے گا اور اسے جنّت میں داخل کرے گا۔ پہلی: کم زور کے ساتھ نرمی کرنا۔ دوسری: والدین کے ساتھ شفقت کا سلوک اور تیسری اپنے ماتحتوں (خادموں) سے حسن سلوک۔ (سنن ترمذی: 2418)

دوسری حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "یہ خادمین تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارا دستِ نگر بنایا ہے، انہیں وہی کھلاؤ، جو تم خود کھاتے ہو۔ وہی پہناؤ، جو تم خود پہنتے ہو اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو، جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو، پھر اس کام میں خود بھی اس کی مدد اور اعانت کرو۔ (صحیح بخاری: 29)

نبی کریم ﷺ نے اجرت کی جلدی ادا کرنے کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو"۔ (سنن ابن ماجہ: 2443)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسوہ یہ تھا کہ وہ اپنے غلاموں کے ساتھ مساوی سلوک فرماتے تھے۔ حضرت معرور بن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک عمدہ لباس پہنا ہوا تھا اور ان کے غلام نے بھی (ویسا ہی) پہنا ہوا تھا۔

مطلب یہ ہے کام کی تکمیل پر یا وقتِ مقررہ پر اجرت کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ کام کی مقدار بھی متعین ہونی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ مزدور سے اس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ کام لے کر اسے گراں بار اور بوجھل کر دیا جائے۔ ملازمین کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی والا رویہ رکھنا چاہیے۔ ان کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرنا چاہیے۔ اگر کبھی ملازم کی کسی بات پر غصہ بھی آجائے، تو ضبط سے کام لینا چاہیے اور بد اخلاقی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ملازمین کی مالی مدد کرنا نہایت پسندیدہ عمل ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا اجر و ثواب ہے۔

ملازمین کے چند حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ملازمین کے ساتھ حُسنِ سلوک اور انصاف کیا جائے اور ان کی حق تلفی نہ کی جائے۔

۲۔ بیماری یا پریشانی میں انہیں مدد اور سہولت فراہم کی جائے اور ان کی ضروریات اور آرام کا خیال رکھا جائے۔

۳۔ ملازمین کی اجرت مقررہ وقت پر ادا کی جائے اور ان پر ان کی ہمت و طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔

۴۔ ملازمین کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے اور اگر ملازمین سے کوئی غلطی ہو جائے تو درگذر کیا جائے۔

زوجین کے حقوق و فرائض

اسلام دینِ فطرت اور دینِ انسانیت ہے۔ اسلام میں حقوق و فرائض کے حوالے سے زوجین کے باہمی تعلق اور اس رشتے کی بنیاد انتہائی پائیدار ہے۔ اس کے لیے مرد و عورت دونوں پر ذمے داریاں اور ایک دوسرے پر دونوں کے حقوق و فرائض متعین کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ (سورۃ البقرہ: 228)

ترجمہ: "اور اُن کے بھی حقوق (مردوں پر) ہیں جیسے اُن پر (مردوں کے) حقوق ہیں (شرعی) دستور کے مطابق البتہ مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے"

قرآن کریم میں خاوند کو قوام (سربراہ) قرار دیا گیا۔ عربی زبان میں "قوام" انتظام کرنے والے کے معنی میں آتا ہے۔ چناں چہ خاندان کے نظام کو قائم رکھنے کے لیے بیوی سے تقاضا کیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ موافقت اور فرماں برداری کا رویہ اختیار کرے اور شوہر کے رازوں اور اُس کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔ اور یہی ہمیشہ نیک بیویوں کا رویہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی نظم اطاعت اور موافقت کے بغیر ایک دن بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ نظم کی فطرت ہے۔ اِسے نہ مانا جائے تو وہ نظم نہیں، بلکہ اختلال و انتشار ہوگا جس کے ساتھ کوئی ادارہ بھی وجود میں نہیں آتا۔ اسی طرح عورت اور مرد کے درمیان رازوں کی امانت داری کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا مسئلہ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے امین ہیں، اسی لیے قرآن مجید میں خاص طور سے اس بات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اسلام میں شوہر کو بیوی سے حسن سلوک اور فیاضی سے برتاؤ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا

(سورۃ النساء: 19)

ترجمہ: "اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرو پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اُس میں کوئی بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔"

www.ilmkidunya.com

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے بیویوں کے حقوق کے حوالے سے فرمایا: "جو خود کھاؤ، انہیں بھی کھلاؤ، جیسے اچھے کپڑے اور بہترین لباس خود پہنو، انہیں بھی ویسا ہی پہناؤ، انہیں مارو نہیں اور نہ انہیں برے الفاظ کہو"۔ (سنن ابو داؤد: 1832) ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ثابت ہو اور خود میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔ (سنن ابن ماجہ: 1967)

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بیویوں کے حق میں سراپا محبت و شفقت ہونا چاہیے اور جائز امور میں ان کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی کرنی چاہیے۔ کچھ لمحوں کے لیے دوسروں کے سامنے اچھا بن جانا کوئی مشکل کام نہیں، حقیقتاً نیک اور اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی سے حسن معاشرت کے ساتھ ساتھ صبر و تحمل سے کام لینے والا اور محبت و شفقت رکھنے والا ہو۔

دوسری طرف بیوی کو بھی شریعت نے اپنے شوہر کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی (غیر اللہ) کو سجدہ کرے، تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن الترمذی: 1079)۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ (بہترین خزانہ) وہ نیک عورت ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب شوہر اسے کوئی حکم کرے تو شوہر کی بات مانے۔ اگر شوہر کہیں سفر پر چلا جائے تو اس کے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرے۔ (سنن ابو داؤد: 1417)

خاوند اور بیوی کے چند حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

1- بیوی کو طعام، لباس، رہائش اور تحفظ فراہم کرے اور اس کے ساتھ شفقت و نرمی سے پیش آئے۔
2- خاوند کی فرماں برداری اور موافقت کرے اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔
3- خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ جائے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر آنے کی اجازت نہ دے۔
4- زوجین ایک دوسرے کے راز کی حفاظت کریں اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کا خیال رکھیں۔
5- زوجین ایک دوسرے سے گفتگو میں تمیز اور سلیقے کا مظاہرہ کریں۔

اسلام کی رو سے میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں، ایک دوسرے کی عزت ہیں۔ ایک کی عزت میں کمی دونوں کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ اگر میاں بیوی ان ہدایات کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی فکر کریں گے، تو گھر آباد ہوں گے۔ اگر اپنی نفسانیت یا ہٹ دھرمی کو سامنے رکھتے ہوئے صرف اپنے حقوق لینا یاد رہے اور خود پر جو حقوق لازم ہیں ان کی طرف بالکل توجہ نہ دی جائے، تو اس کا نتیجہ بربادی کے علاوہ کچھ نہیں ہے، دنیا کا گھر بھی بے سکون ہو گا اور آخرت کا گھر بھی برباد ہو گا۔ زوجین اگر دینی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کے حقوق خوش دلی سے پورے کرنے لگیں تو نہ صرف بہت سی خرابیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، بلکہ ہمارا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا۔

اولاد کے حقوق

اسلام ایک متوازن نظام ہے اس نے جس طرح والدین کے حقوق مقرر کیے ہیں اسی طرح اولاد کے حقوق بھی مقرر کیے ہیں۔ اسلام سے پہلے جاہلی معاشرے میں نہ صرف عرب میں بلکہ پوری دنیا کے اندر اولاد کے حقوق مقرر نہیں تھے۔ عرب میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اولاد بالخصوص لڑکیوں کو قتل کر دیتے تھے، اس کی ایک وجہ غربت اور افلاس کا خطرہ و خدشہ تھا۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

www.ilmkidunya.com

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (سورۃ بنی اسرائیل:31)

ترجمہ: "اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے قتل نہ کرو"

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے اولاد کے حقوق کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ نبی کریم ﷺ خود بھی بچوں کے ساتھ بہت شفقت فرماتے تھے۔ایک موقع پر آپ ﷺ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا وہاں اقرع بن حابس ایک بدو سردار بیٹھے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مہربانی نہیں کرتا اس پر مہربانی نہیں کی جاتی۔ (صحیح بخاری:5538)

اسلام سے قبل عرب اپنے بچوں کے عجیب و غریب نام رکھتے تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے نام ناپسند فرمائے اور خوبصورت نام رکھنے کا حکم دیا۔ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ اولاد پر والدین کا کیا حق ہے (ہمیں یہ بتائیے کہ) والد پر اولاد کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ فرمایا: یہ کہ اس کا اچھا نام رکھا جائے، اور اس کی اچھی تربیت کی جائے۔ (شعب الایمان للبیہقی:8405)

ایک حدیث میں ہے والد اپنے بچے کو جو بہترین عطیہ دے سکتا ہے وہ اچھا ادب (تربیت) ہے۔ (سنن ترمذی:1875)

اولاد پر خرچ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے اور اس بارے میں برابری کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اسی طرح اولاد کو عطیہ دینے میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ کو کچھ مال عطا فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو گواہ بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اسی طرح عطا کیا ہے؟" بشیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس کو واپس لے لے۔ اللہ سے ڈرو، اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اس پر گواہ مت بناؤ، میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔ (صحیح بخاری:2456،2398)

اولاد کے چند حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔اولاد پر دستور کے مطابق خرچ کیا جائے اور ان پر رحمت و شفقت کی جائے۔

2۔اولاد کو عطیہ دینے میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

3۔بچوں کا اچھا نام رکھا جائے اور سنت کے مطابق عقیقہ کیا جائے۔

4۔انہیں اچھی تعلیم و تربیت دی جائے۔اور انہیں اچھی صحبت مہیا کی جائے۔

بچوں کو اسلامی تعلیمات سے شناسا کرنے اور اُنہیں اِسلامی آدابِ زندگی سکھانا ماں باپ کا فرض ہے۔انہیں اچھے کردار اور اچھے اخلاق والا بنایا جائے اور ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ ایک اچھا مسلمان اور معاشرے میں ایک کارآمد رکن بن جائے۔

بیوہ کے حقوق

جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے ایسی عورت بیوہ کہلاتی ہے۔ اسلام سے قبل ایسی عورت بے یار و مددگار سمجھی جاتی تھی۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو شوہر کے گھر والے اس کی بیوی کے بھی زبردستی وارث بن بیٹھتے اور عورت کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دیتے اور اگر چاہتے تو کسی بھی جگہ اسے شادی کی اجازت نہ دیتے اور وہ ساری عمر یوں ہی گزارنے پر مجبور ہوتی۔ اسلام نے اس ظلم کو ختم کیا اور بیوہ کے حقوق اور اسے آزادی دینے کی سختی سے تاکید کی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

www.ilmkidunya.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

(سورۃ النساء:19)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تمھارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ اور اُنھیں اس لیے مت روکو کہ تم اُنھیں جو کچھ دے چکے ہو اُس میں سے کچھ لے لو"

اسلام میں بیوہ عورت کو اس کے حقوق دیے گئے ہیں نیز ان کے سرپرستوں کو ان کا نکاح کرانے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسلام میں چار مہینے دس دن ایام عدت گزر جانے کے بعد اب بیوہ عورت بااختیار ہے، وہ جہاں کہیں مناسب سمجھے اپنی مرضی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ اسلام میں بیوہ خواتین کا وراثت میں حق مقرر کیا گیا ہے جس کی ادائی لازم ہے۔ غزوہ احد کے بعد حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ دونوں بیٹیاں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے، اب ان کے چچا نے ان کا سارا مال اور وراثت لے لیا ہے۔ اس موقع پر سورۃ النساء کی آیت میراث نازل ہوئی۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ان بچیوں کے چچا کو بلا کر فرمایا کہ سعد (رضی اللہ عنہ) کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دو اور ان کی بیوہ کو آٹھواں حصہ اور اسکے بعد جو بچے وہ تمہارا ہے۔ (سنن ابوداؤد:2505)

نبی کریم ﷺ نے بیوہ کی کفالت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے۔ (صحیح بخاری:5547) خود حضور اقدس ﷺ نے کئی بیوہ خواتین سے نکاح کیے۔ اسی طرح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے زمانے کی مختلف بیوہ عورتوں سے نکاح کیے ان کی کفالت کی اور سوسائٹی و معاشرے میں دوبارہ اُن کو عزت و آبرو بخشی اور اُن کو سماج و معاشرہ میں اُس مہر و عنایت سے مشرف فرمایا جس کے سائے سے وہ محروم ہو گئی تھیں۔

آخرت میں حقوق العباد کی جواب دہی کا معاملہ بہت اہم ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بارے میں اُمّت کو بہت تنبیہ فرمائی ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص سے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اللہ کی رحمت و مغفرت کا مستحق بننے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کیے جائیں۔ اور ان کے حقوق میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ نماز، روزہ و دیگر فرائض کی پابندی کے باوجود رحمت و مغفرت الٰہی سے محرومی مقدر بن جائے۔ ایسے بڑے خطرے اور نقصان سے بچنے کے لیے ہمیں اپنے معاملات کی صفائی کی بہت ضرورت ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی عملی زندگی میں ہم حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت سے اجتناب کریں کیونکہ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی سے ہماری عبادتیں بھی ضائع ہو سکتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کی ہم اللہ کے بندوں کے حقوق کو سمجھیں اور انہیں صحیح طریقے سے ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حدیث مبارک میں مرد کا بہترین خزانہ قرار دیا گیا۔

الف۔ دولت کو　　ب۔ صحت کو　　ج۔ نیک عورت کو　　د۔ شہرت کو

۲۔ اسلام نے بیوہ کی کتنی عدت مقرر فرمائی؟

الف۔ چار مہینے 5 دن　　ب۔ چار مہینے 10 دن　　ج۔ چار مہینے 15 دن　　د۔ چار مہینے 20 دن

ilmkidunya.com

۳۔ عربی میں قوام کس معنی میں آتا ہے؟

الف۔ قومیت کے ب۔ انتظام کے ج۔ آمریت کے د۔ حکومت کے

۴۔ اولاد کے لیے والد کا بہترین عطیہ ہے؟

الف۔ مال و دولت ب۔ حسن ادب ج۔ زمین جائیداد د۔ عہدہ و منصب

۵۔ نبی کریم ﷺ نے اولاد کے درمیان برابری کی نصیحت کس صحابی رضی اللہ عنہ کو فرمائی۔

الف۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ب۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

ج۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ د۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ زوجین کے حقوق کے بارے میں ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۲۔ اولاد کے حقوق کے بارے میں ایک حدیث مبارک کا ترجمہ لکھیں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ نے بیوہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے کو کس سے تشبیہ دی؟

۴۔ نبی کریم ﷺ نے مزدور کی اجرت جلدی ادا کرنے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟

۵۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اولاد کے بارے میں کیا نصیحت فرمائی؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اسلام میں معاون عملہ کے کیا حقوق ہیں؟ تفصیل بیان کریں۔

۲۔ اسلام میں زوجین کے رشتہ کی اہمیت اور ان کے باہمی حقوق کا ذکر کریں۔

۳۔ والدین پر اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ وضاحت کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- معاون عملہ کے ساتھ روزمرہ زندگی میں کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے، تبادلہ خیال کریں۔
- اس پر مذاکرہ کریں کہ آخرت میں حقوق العباد کی ادائیگی کی جواب دہی کس قدر نازک معاملہ ہے۔

برائے اساتذہ کرام

- زوجین کے حقوق کی عدم ادائیگی کی وجوہات اور اس بارے میں تجاویز پر طلبہ کے مابین مباحثہ منعقد کریں۔

www.ilmkidunya.com

وراثت کی اسلامی تعلیمات

حاصلات تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- وراثت کے معنی و مفہوم کو جان سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں وراثت و وصیت کے احکام و مسائل سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- قرآن و سنّت کی روشنی میں وراثت سے محروم کرنے والوں کے لیے وعید سے آگاہ ہو سکیں۔
- وراثت کی ادائیگی کے فوائد اور عدم ادائیگی کے نقصانات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- تقسیم وراثت اور وصیت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے روزمرہ زندگی میں اس پر عمل کرنے والے بن سکیں۔
- خواتین اور یتیموں کی حساسیت کو سمجھتے ہوئے روزمرہ زندگی میں شرعی احکام پر عمل کرنے والے بن سکیں۔

وراثت کا مفہوم:

وراثت یا میراث کا معنی ہے کہ کسی چیز کا ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا۔ اصطلاح میں وراثت اس مال کو کہتے ہیں جو میت کی ملکیت اس کے زندہ ورثاء کی طرف منتقل کی جاتی ہے۔ وراثت کے علم کو علم المیراث اور علم الفرائض بھی کہا جاتا ہے۔ فرائض کے لغوی معنی ہیں متعین حصے۔ چوں کہ میراث میں مستحقین کے حصے متعین ہوتے ہیں، اس لئے ان حصوں کو فرائض کہا جاتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے ایک ہمہ گیر اور آفاقی ضابطہ وراثت عطا کیا ہے اور تمدنی استحکام اور عائلی و خاندانی نظام کی نشو و نما کے لیے ابدی احکام میراث پیش کیے ہیں جن میں ان تمام ناانصافیوں کا ازالہ کر دیا گیا ہے جو اس سے قبل انسانی معاشرے میں پائے جاتے تھے۔ میت جو مال چھوڑ کر جاتی ہے اس پر ترتیب وار چار حقوق مرتب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے میت کے مال سے میانہ روی سے اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کئے جائیں، اس کے بعد اس کے قرضے ادا کئے جائیں، قرضوں کے بعد اگر مال بچ جائے تو اس نے کوئی وصیت کی ہو تو اس کی وصیت پوری کی جائے۔ اس کے بعد بقیہ مال شریعت کے مطابق وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

وراثت کی فرضیت و اہمیت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (سورۃ النساء: 7)

ترجمہ: "مردوں کے لیے اس (ترکہ) میں سے حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لیے بھی اس میں سے حصّہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ گئے (خواہ) وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کردہ حصّہ ہے۔"

سورۃ النساء میں وراثت اور وصیت کے احکام بیان کرنے کے بعد ان حدود اللہ پر عمل کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے اور ان حدود کو توڑنے والوں کے لیے جہنم کی وعید وارد ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے وہ (اللہ) اسے ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے

www.ilmkidunya.com

نہریں بہتی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اسکے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی میراث کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا "فرائض (میراث) اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو اس کی تعلیم دو کیونکہ میں وصال پانے والا ہوں"۔ (سنن ترمذی: 2017)

وصیّت کے احکام و مسائل

اگر کسی کے ذمے کسی حق کی ادائیگی لازم ہے تو اس پر وصیت لکھنا لازم ہے اور یہ کہ اس وصیت لکھنے میں کسی پر ظلم نہ کیا جائے، ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کوئی ایسا معاملہ جس میں اسے وصیت کرنی ہو تو وہ دو راتیں بھی اس حالت میں نہ گزارے کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو"۔ (صحیح بخاری: 2533)

وصیّت کے احکام درج ذیل ہیں۔

۱۔ وصیّت تحریری شکل میں ہونی چاہیے یا اس پر گواہ مقرر کر لیے جائیں۔

۲۔ وصیّت ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ مال میں جائز نہیں ہے، اگر کوئی شخص پورے مال کی وصیت کردے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہوگی۔

۳۔ اگر کسی کے ذمہ اللہ کا حق باقی ہو جیسے زکوٰۃ، کفارہ، نذر (منت) وغیرہ یا حقوق العباد میں سے کسی کا حق ہو تو اس بارے میں وصیت کرنا اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

۴۔ وصیّت کسی بھی دینی یا رفاہی کام کے لیے کی جاسکتی ہے لیکن کسی حرام کام کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز ایسی وصیّت کرنا جس سے کسی دوسرے کو تکلیف یا نقصان پہنچانے کا احتمال ہو شرعاً حرام ہے۔

وراثت کے احکام و مسائل: ابتدائے اسلام میں وصیت کا اصول کارفرما تھا۔ ہر شخص اپنی زندگی میں وصیت کے ذریعے اپنے وارثوں کے حصے اور حقوق متعین کر دیتا تھا۔ اس کے بعد وراثت کے تفصیلی احکام دیے گئے۔ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں وراثت کے احکام بیان کرتے ہوئے قریبی رشتہ داروں کے حصوں کو متعین کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" اللہ تمھیں تمھاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں وصیّت فرماتا ہے کہ بیٹے کے لیے دو بیٹیوں کے برابر حصّہ ہے، پھر اگر صرف دو (یا دو) سے زائد بیٹیاں ہوں تو جو (ترکہ میّت نے) چھوڑا اُن کے لیے اُس کا دو تہائی ہے، اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اُس کے لیے نصف (ترکہ) ہے، اور (میت کے) ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصّہ ہے اُس میں سے جو (میّت نے) چھوڑا اگر اس (میّت) کی اولاد ہے، اور اگر اُس کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اُس کے ماں باپ (ہی) اُس کے وارث ہوئے تو اُس کی ماں کا تیسرا حصّہ ہے، پھر اگر اس کے کئی بھائی ہیں تو اُس کی ماں کا چھٹا حصّہ ہے، (یہ تقسیم ہوگی) اس وصیّت پر عمل کرنے کے بعد جو (مرنے والا) کر گیا یا (اس کے) قرض ادا کرنے کے بعد، تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ اُن میں سے کون تمھیں نفع پہنچانے کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے یہ حصّے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں بے شک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

اور اُس (ترکہ) میں سے جو تمھاری بیویاں چھوڑ جائیں تمھارے لیے نصف ہے اگر اُن کی اولاد نہ ہو، پھر اگر اُن کی اولاد ہو تو تمھارے لیے چوتھائی ہے اُس میں سے جو وہ چھوڑ جائیں، اس وصیّت پر عمل کرنے کے بعد جو وہ کر گئی یا (ان کے) قرض ادا کرنے کے بعد، اور اُن (بیویوں) کے لیے اُس میں سے جو تم چھوڑ و چوتھا حصّہ ہے اگر تمھاری اولاد نہ ہو، پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو اُن کے لیے اُس میں سے جو تم چھوڑ جاؤ آٹھواں حصّہ ہے، اس وصیّت پر عمل کرنے کے بعد جو تم کر گئے یا (تمھارا) قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر کوئی مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم کرنی ہے، کلالہ ہو (نہ اس کے والدین زندہ ہوں نہ

اولاد) اور (ماں کی طرف سے) اُس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی حصہ میں شریک ہوں گے، اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو کی گئی یا (اس کے) قرض ادا کرنے کے بعد جب کہ کسی کو نقصان نہ پہنچایا گیا ہو یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا نہایت حلم والا ہے۔"۔ (سورۃ النساء: 11،12)

اسلامی قانون وراثت کی چند خصوصیات

اسلام کا وراثتی نظام عظیم الشان خصوصیات اور امتیازات کا حامل ہے۔ قبل اسلام بعض مختلف تہذیبوں اور اور معاشروں میں عورتوں اور یتیم بچوں کو میراث سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اسی لیے اسلام نے خواتین اور یتیموں کے حقوق کی خصوصی تاکید فرمائی۔ چناں چہ وراثت میں عورت کے حصے کو بنیاد بنا کر مرد کا حصہ مقرر فرمایا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے" (سورۃ النساء: 11)۔ اسی طرح یتیموں کے حقوق کے پیش نظر رحم مادر میں موجود بچے کے ورثے کا حق بھی محفوظ کر دیا۔ یتیموں کے بارے میں ان الفاظ میں تاکید کی گئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النساء: 10)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں بے شک وہ اپنے پیٹوں میں آگ (ہی) بھرتے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جھلسیں گے۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اے اللہ میں (لوگوں کو) دو کمزوروں یتیم اور عورت کی حق تلفی کرنا حرام ٹھہراتا ہوں" (سنن ابن ماجہ: 3668)

وراثت میں ملنے والے یتیم کے مال کی حفاظت اس کے کفیل کی ذمّے داری ہے۔ یتیموں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والوں کو سخت ترین عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں عورت کو ہر حالت میں ترکے کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ البتہ عورتوں کی مختلف معاشرتی حیثیتوں اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے ترکے میں ان کی نسبت مختلف رکھی گئی ہے کیونکہ ان پر اہل عیال کی کفالت، نان نفقہ وغیرہ کی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ اس سے حکمت اسلامی کی معاشرتی تعلیم کا حسن نمایاں ہوتا ہے۔

تقسیم وراثت کے فوائد اور عدم ادائی کے نقصانات

تقسیم وراثت سے دولت کے ارتکاز کے رجحانات کمزور ہوتے ہیں۔ وراثت کی تقسیم گردش دولت کا سبب بنتی ہے جس سے معاشی خوشحالی پیدا ہوتی ہے اور غربت کا خاتمہ ہوتا ہے، آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے، نیز وراثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا اس کی رضا اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ وراثت کو تقسیم نہ کرنے سے دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں محدود ہو جاتی ہے۔ اور ارتکاز دولت کی وجہ سے معاشی خوشحالی میں خلل پڑتا ہے۔ نیز وراثت تقسیم نہ کرنا بہت سے لڑائی جھگڑوں کا سبب بنتا ہے۔ مسلمان معاشروں میں فتنہ و فساد کی ایک بڑی وجہ وراثت کے معاملات میں مقررہ قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرنا اور شرعی حدود کا خیال نہ کرنا ہے۔ اکثر خاندانی جھگڑے اور لڑائیاں زر اور زمین کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ وراثت تقسیم نہ کرنے کی وجہ دنیا کی محبت، مال کی حرص اور وراثت کے قانون سے ناواقفیت بھی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اہل علم سے وراثت کے شرعی احکام کا علم حاصل کریں۔ ان احکام پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں کو بھی ان احکام پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔ ورثا کو ان کا حق دیں، خصوصاً خواتین اور یتیموں تک ان کے مطالبہ کرنے سے پہلے ان کا حق خود پہنچائیں۔ نیز معاشرے میں ان کے حقوق کے لیے آگاہی پیدا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور ہم اس کی سزا سے بچ سکیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ علم میراث کو کہا جاتا ہے۔

الف۔ علم کلام　ب۔ علم فقہ　ج۔ علم تصوف　د۔ علم فرائض

۲۔ کتنے مال کی وصیت کی اجازت ہے؟

الف۔ ایک تہائی مال　ب۔ دو تہائی مال　ج۔ آدھا مال　د۔ سارا مال

۳۔ تقسیم وراثت سے رجحانات کمزور ہوتے ہیں۔

الف۔ گردش دولت کے　ب۔ تقسیم دولت کے　ج۔ ارتکاز دولت کے　د۔ کسب دولت کے

۴۔ وراثت کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

الف۔ سورۃ النساء میں　ب۔ سورۃ المائدۃ میں　ج۔ سورۃ الاعراف میں　د۔ سورۃ الطلاق میں

۵۔ احکام وراثت پر عمل نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔

الف۔ حرص و جہالت　ب۔ غصہ و نفرت　ج۔ حسد و بغض　د۔ تکبر و غرور

ب۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ وراثت سے کیا مراد ہے؟

۲۔ وراثت کے بارے میں ایک آیت مبارکہ لکھیے؟

۳۔ وصیّت کے بارے میں ایک حدیث مبارک لکھیے۔

۴۔ بعض صورتوں میں خواتین کا حصہ مختلف کیوں رکھا گیا؟

۵۔ یتیموں کا مال کھانے کے بارے میں کون سی وعید وارد ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اسلام میں وراثت کی فرضیت و اہمیت بیان کریں۔

۲۔ وصیت و وراثت کے احکام و مسائل بیان کریں۔

۳۔ وراثت کی ادائیگی کے فوائد اور عدم ادائیگی کے نقصانات کا جائزہ لیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- سورۃ النساء کی آیت وراثت کی روشنی میں دور حاضر کے وراثت کے مسائل کے موضوع پر مذاکرہ کریں۔
- "اسلام کے معاشی نظام میں تقسیم وراثت کے ذریعے ارتکاز دولت کا خاتمہ اور معاشی توازن" کے موضوع پر مذاکرہ کریں۔
- شریعت کی روشنی میں خواتین اور یتیموں کی وراثت کی حساسیت اور اہمیت پر مذاکرہ کریں؟

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ سے اس بات پر مذاکرہ کروائیں کہ روزمرہ زندگی میں وراثت اور وصیت کے شرعی احکام کس طرح لاگو کیے جاسکتے ہیں۔
- وراثت کے احکام اور متعین حصص (اصحاب الفروض) کے بارے میں طلبہ سے مشق کروائیں۔

www.ilmkidunya.com

نکاح و طلاق کی اسلامی تعلیمات

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- نکاح /طلاق /خلع کا مفہوم جان سکیں۔
- قرآن وسنت کی روشنی میں نکاح طلاق /خلع کے احکام سمجھ سکیں۔
- روز مرّہ زندگی میں شادی بیاہ میں ہونے والی غیر شرعی رسومات اور فضول خرچی کے بارے میں آگاہ ہو سکیں۔
- عملی زندگی میں نکاح کے فوائد اور طلاق کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اثرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- نکاح وطلاق کے متعلق شرعی احکامات جان کر کامیاب عائلی زندگی گزارنے والے بن سکیں۔
- روز مرّہ زندگی میں شادی بیاہ میں ہونے والی غیر شرعی رسومات اور فضول خرچی کے نقصانات سمجھ کر ان سے اجتناب کر سکیں۔

نکاح مرد عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ان دونوں کو میاں بیوی کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کا شرعاً نسب ثابت ہو جاتا ہے۔ نیز ان پر باہم مختلف حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔

اسلام انسان کو معاشرے کے اندر رہ کر ایک معتدل زندگی بسر کرنے اور مرد و عورت کے باہمی تعلق سے ایک پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل کا درس دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح کی اہلیت اور استطاعت رکھنے کے باوجود نکاح نہ کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ نکاح کرنا نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے بلکہ تکمیلِ دین اور حفاظتِ ایمان کا ذریعہ بھی ہے۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيمَانِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي (المعجم الاوسط:7862)

جس نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا نصف ایمان کامل لیا تو اب بقیہ نصف کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

نکاح کے احکام

نکاح سے متعلق بعض احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

1- باہمی مشاورت سے ایسے رشتے کو منتخب کرنا چاہیے جو نیک سیرت، مہذب، بااخلاق اور شریعت اسلامی کا پابند ہو اور ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

2- نکاح کے لیے لڑکے لڑکی میں کفو یعنی ہر ممکن حد تک مناسبت کا لحاظ رکھا جائے تاکہ دونوں میں ہم آہنگی، مطابقت و موافقت اور الفت پیدا ہو۔

3- کسی کی منگنی پر منگنی کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر پیغام نہ بھیجے سوائے اس کی اجازت کے"۔(سنن ابوداؤد: 2081)

4- نکاح کے معاملے میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ کسی مرد یا عورت کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

www.ilmkidunya.com

5- نکاح میں مہر کی حیثیت فرض کی ہے۔ شریعت نے مہر کو عورت کا لازمی حق قرار دے کر ازدواجی زندگی کی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس دلایا ہے کہ نکاح ایک سنجیدہ عمل ہے۔

6- نکاح کے وقت ہی مہر ادا کر دینا چاہیے۔ مہر اتنا ہونا چاہیے جو آسانی سے ادا کیا جا سکے۔ یہ نہ ہو کہ محض نام و نمود کے لئے بڑی بڑی رقمیں طے کر لی جائیں اور بعد میں اس کی ادائیگی مشکل ہو جائے۔

7- ولیمہ کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ ولیمہ سادگی سے کرنا چاہیے اور اس میں سب لوگوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ نیز شادی میں فضول خرچی اور غیر اسلامی رسوم سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے "بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور محتاجوں کو چھوڑ دیا جائے"۔ (صحیح بخاری:4779)

غیر شرعی رسوم کے نقصانات:

موجودہ دور میں اکثریت فریضہ نکاح کے متعلقہ مسائل سے غافل ہے حتّٰی کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے حقوق کا علم نہیں۔ جبکہ لوگ رسم و رواج اور خرافات میں گھرے ہوئے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر بہت سے رسمیں ادا کی جاتی ہیں جن کا شریعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہر وہ رسم جس میں اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی ہو وہ غیر اسلامی ہے۔ ان رسومات میں بہت زیادہ فضول خرچی اور اسراف سے کام لیا جاتا ہے جو کہ صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ایک حدیث میں ہے " سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے مشقت کم سے کم ہو ۔ (مسند ابوداؤد طیالسی:1518)۔ ان رسومات میں سے ایک رسم بیٹیوں کو وراثت میں حصہ دینے کی بجائے جہیز دینا ہے۔ اسی طرح لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کرنا غیر شرعی اور غیر اخلاقی عمل ہے، نیز یہ جہالت اور لالچ کی نشانی ہے۔ اسی طرح اگر مالی وسعت نہ ہو تو سادگی سے ولیمہ کیا جائے۔ ولیمے پر فضول خرچی، نمود و نمائش اور تفاخر کرنا شرعاً مذموم ہے۔

نکاح کے فوائد

نکاح کے فوائد درج ذیل ہیں۔

1- نکاح گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

2- نکاح سے محبت والفت کا جذبہ تقویت پاتا ہے۔

3- نکاح نسل انسانی کی بقا کا سبب ہے اور اس کے ذریعے سے اولاد اور نسب کا تحفظ ہوتا ہے۔

4- نکاح سے صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے اور اس سے سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

5- نکاح سے ذمہ داری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

طلاق اور اس کے احکام

طلاق مرد و عورت کے درمیان نکاح کے ذریعے قائم ہونے والے تعلق کو ختم کرنے کا نام ہے۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ جو مرد و عورت رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں، ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد:1863)۔ البتہ اگر میاں بیوی کے درمیان اختلافات اس درجے کو پہنچ جائیں کہ زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو

جائیں گے تو ایسی ناگفتہ بہ صورتِ حال سے خلاصی کے لیے شریعت نے طلاق کے ذریعہ رشتہء نکاح کو ختم کرنے کا ایک باوقار طریقہ تعلیم دیا ہے۔ طلاق کے بارے میں بعض احکام درج ذیل ہیں:۔

1۔ بلاوجہ طلاق دینا اور طلاق کا مطالبہ کرنا ناپسندیدہ ہے، نیز غصہ کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔

2۔ بیوی کو پاکیزگی کی حالت میں صرف ایک طلاق دی جائے حتیٰ کہ عدت پوری ہو جائے، نیز طلاق اور رجوع میں گواہ بنا لیے جائیں۔

3۔ ایک یا دو مرتبہ طلاق دی ہو تو عدت کے دوران رجوع کیا جا سکتا ہے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسے طلاق رجعی کہتے ہیں۔

4۔ اگر تین طلاق یعنی طلاق مغلظہ دی ہو تو فریقین میں تب تک دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا جب تک کہ عورت کا کسی دوسری جگہ نکاح نہ ہو اور وہاں سے بھی طلاق ہو جائے۔

5۔ طلاق کے بعد عورت پر خاوند کے گھر پر عدت گزارنا لازم ہے، اس دوران منگنی اور نکاح ممنوع ہے، عدت کے دوران نان و نفقہ مرد پر لازم ہوگا۔

خلع اور اس کے احکام

مال کے بدلے میں نکاح ختم کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ خلع سے مراد یہ ہے کہ اگر عورت ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ ہو اور شوہر بلا عوض طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو، تو شرعاً عورت کے لیے یہ طریقہ تجویز کیا گیا ہے کہ وہ خلع کی پیش کش کرے اور مرد عورت سے معاوضہ لے کر اسے چھوڑ دے۔ جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار دیا گیا ہے اسی طرح عورت کے لیے خلع کا طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ بغیر کسی جواز کے عورت کا خلع لینا درست نہیں ہے سوائے یہ کہ انہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کر سکیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس عورت نے اپنے شوہر سے بغیر کسی معقول عذر اور مجبوری کے طلاق کا مطالبہ کیا، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (سنن ترمذی: 1187)۔ شوہر اگر طلاق دینا چاہتا ہے تو معاوضہ وصول کرنے کے لالچ میں وہ بیوی کو خلع لینے پر مجبور نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ بیوی کو مہر میں بھاری رقم ہی کیوں نہ دے چکا ہو۔

طلاق کے نقصانات

طلاق کے نقصانات درج ذیل ہیں۔

1- طلاق سے میاں بیوی کے درمیان مقدس رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔

2- طلاق کی وجہ سے دو خاندانوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

3- طلاق کی وجہ سے بچے ماں یا باپ کی شفقت اور سرپرستی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

4- طلاق کی وجہ سے بچوں کی تربیت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

5- طلاق کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اسلامی عائلی نظام تشکیل نہیں پاتا۔

اگر عائلی معاملات میں اسلامی اصولوں کی رعایت کی جائے تو عمومی طور سے طلاق کی نوبت ہی نہیں آتی اور اگر خدانخواستہ علیحدگی ہو بھی جائے تو مرد و عورت دوبارہ نکاح کی تجدید کر سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نکاح و طلاق اور عائلی معاملات میں شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی کریں۔ نکاح کے موقع پر شریعت و سنت کا اہتمام کریں، غیر شرعی رسوم اور فضول خرچی سے پرہیز کریں اور لوگوں کو بھی ان کے نقصانات سے آگاہ کریں تاکہ معاشرے سے ان کا خاتمہ ہو سکے۔ شریعت و سنت کی پیروی سے نکاح میں برکت ہوگی، گھریلو زندگی میں خوشگوار ماحول پیدا ہوگا اور نسلوں پر اس کے اچھے اثرات ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوگی اور رضائے الٰہی ہی دنیوی و اخروی کامیابیوں کی ضامن ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ نکاح میں مہر کی حیثیت ہے۔

الف۔ فرض　ب۔ واجب　ج۔ سنت　د۔ نفل

۲۔ نکاح کی حیثیت ایک معاہدے کی ہے۔

الف۔ معاشی　ب۔ سیاسی　ج۔ معاشرتی　د۔ مالی

۳۔ جس طلاق کے بعد دوبارہ نکاح جاری رکھا جاسکتا ہے اسے کہا جاتا ہے؟

الف۔ طلاق بائن　ب۔ طلاق رجعی　ج۔ طلاق مغلظہ　د۔ طلاق بتہ

۴۔ جس طلاق کے بعد دوبارہ نکاح جاری نہیں رکھا جاسکتا ہے اسے کہا جاتا ہے؟

الف۔ طلاق معلق　ب۔ طلاق مقید　ج۔ طلاق رجعی　د۔ طلاق مغلظہ

۵۔ جس نے نکاح کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

الف۔ ایک تہائی　ب۔ دو تہائی　ج۔ آدھا　د۔ پورا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ نکاح کی اہمیت پر ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۲۔ طلاق کے بارے میں ایک حدیث مبارک کا ترجمہ لکھیں۔

۳۔ حدیث نبوی میں کسی کی منگنی پر منگنی کرنے کا کیا حکم ہے؟

۴۔ طلاق رجعی اور طلاق مغلظہ کسے کہتے ہیں؟

۵۔ خلع سے کیا مراد ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اسلام میں نکاح کی اہمیت اور احکام بیان کریں۔

۲۔ اسلام میں طلاق اور خلع کے احکام بیان کریں۔

۳۔ روزمرہ زندگی میں شادی بیاہ میں ہونے والی غیر شرعی رسومات کے نقصانات کا جائزہ لیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلاق و خلع کے نقصانات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔
- موجودہ دور میں طلاق/خلع کی شرح میں اضافے کی وجوہات اور اس میں کمی لانے کی تجاویز پر ایک مضمون تحریر کریں۔
- شادی بیاہ کی تقریبات میں غیر اسلامی رسوم کے خاتمے کے لیے مذاکرے کا اہتمام کیا جائے۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ نکاح طلاق و خلع کے مسائل کے موضوع پر مذاکرہ کروائیں۔
- نکاح طلاق و خلع کے احکام و مسائل کے بارے میں طلبہ سے مشق کروائیں۔

www.ilmkidunya.com

باب ششم

ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام

www.ilmkidunya.com

خلافت راشدہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- خلافتِ راشدہ کا بطور علم فلاحی ریاست تعارف جان سکیں۔
- خلافتِ راشدہ کی نمایاں خصوصیات اور امتیازی پہلوؤں کو سمجھ سکیں۔
- خلفائے راشدین کے دور میں رفاہِ عامہ، امانت، عدل وانصاف، جہاد، اقلیتوں سے حسنِ سلوک اور احتساب جیسی صفات کا جائزہ لے سکیں۔
- خلفائے راشدین کے ادوار کی علمی ترقی اور انتظامی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔
- خلافتِ راشدہ کے حسنِ انتظام اور عدلِ اجتماعی کے بارے میں صلاحیت جان کر اپنے اجتماعی معاملات میں نظم وضبط کے عادی ہو سکیں۔
- خلافتِ راشدہ کی علمی خدمات سے راہ نمائی حاصل کر کے علم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
- خلفائے راشدین کی صفات وخصوصیات کو جان کر ان کی پیروی کرنے والے بن سکیں۔

خلافتِ راشدہ کا مفہوم

خلافت کے لغوی معنی جانشینی کے ہیں اور راشدہ کا معنی ہے ہدایت یافتہ۔ خلافتِ راشدہ سے مراد ایسا نظامِ حکومت ہے جو نبی کریم ﷺ کی پیروی پر مبنی ہو۔ خلافتِ راشدہ کو خلافت علی منہاج النبوۃ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی براہِ راست تعلیم و تربیت اور عملی راہ نمائی سے ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی مسلم معاشرہ وجود میں آیا اور ہجرت کے بعد ریاستِ مدینہ قائم ہوئی جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورۃ النور: 55)

اللہ نے تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ ضرور بالضرور اُنھیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح اُس نے اُن لوگوں کو خلافت عطا فرمائی جو اِن سے پہلے تھے اور اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو ضرور غالب کرے گا جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا اور اُن کے خوف (کی کیفیت) کو ضرور امن سے بدل دے گا (بس) وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد (بھی) ناشکری کریں تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

www.ilmkidunya.com

خلافتِ راشدہ کے ادوار

نبی کریم ﷺ کے وصال بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت، خلافتِ راشدہ کہلاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا اسمِ مبارک عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو تیم سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بہترین اخلاق، رحم دلی اور نرم طبیعت کی وجہ سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بہت سے فتنوں کا قلع قمع ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت دو سال تین ماہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو سال حکومت کے بعد 12 ہجری میں وفات پائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

آپ کا اسمِ گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنو عدی سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی۔ آپ رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد ہیں۔ سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ ہی کو امیر المومنین خطاب دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت فتوحات ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق، فارس، شام اور مصر فتح ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ساڑھے دس سال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یکم محرم الحرام 24 ھجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں شہادت پائی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

آپ کا اسمِ مبارک عثمان، کنیت عبد اللہ اور لقب ذوالنّورین ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو امیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ خدا ترسی، نیک فطرت اور سخاوت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت کی ذمہ داریاں انجام دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایران اور شمالی افریقہ کا بہت سا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت 18 ذوالحجہ 35 ھجری میں ہوئی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی علی بن ابی طالب، کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حیدر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زیر نگرانی آپ رضی اللہ عنہ کی تربیت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی علمی حیثیت اور شجاعت کے کارنامے بہت مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ رضی اللہ کے فضائل بکثرت احادیث میں مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تقریباً ساڑھے چار سال خلافت کی اور چالیس ہجری میں شہادت پائی۔

www.ilmkidunya.com

خلافتِ راشدہ کی خصوصیات اور امتیازی پہلو:

خلافتِ راشدہ کا اولین فریضہ یہ تھا کہ وہ نماز اور زکوٰۃ قائم کرے، بھلائیوں کو فروغ دے اور برائیوں کو مٹائے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کی حکومت ان ہی اصولوں پر قائم ہوئی تھی۔ خلافتِ راشدہ کا اصول یہ تھا کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور خلیفہ کا فرض احکامِ شریعت کو نافذ کرنا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔ خلیفہ کی اطاعت مسلمانوں پر لازم ہے، چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے خلافتِ راشدہ کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کی پیروی لازم ہے اس کو مضبوطی سے تھام کر رکھنا"۔ (سنن ابو داؤد: 3991)۔ اسلام میں سیاسی تنظیم ایک دینی بنیاد رکھتی ہے۔ اسلامی نظامِ خلافت کی امتیازی خصوصیات اور امتیازی پہلو درج ذیل ہیں:

شورائی نظام

خلافتِ راشدہ کا نظام مشاورت پر مبنی تھا۔ مشورہ صرف اہل افراد سے لیا جاتا تھا۔ جن افراد سے مشورہ لیا جاتا تھا اُنھیں اہل شوریٰ کہا جاتا ہے۔ خلفائے راشدین اجتماعی معاملات میں قوم کے اہل الرائے افراد سے مشورہ کیے بغیر فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کا قاعدہ یہ تھا کہ جب ان کے پاس کوئی معاملہ آتا تو پہلے یہ دیکھتے تھے کہ اس معاملے میں کتاب اللہ میں کیا حکم ہے۔ اگر وہاں کوئی حکم نہ ملتا تو یہ دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اس بارے میں کیا رہنمائی ہے۔ اگر سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بھی کوئی حکم نہ ملتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے مشورہ کرتے تھے، پھر جو رائے بھی سب کے مشورے سے طے پاتی تھی اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ مشورے کے معاملے میں خلفائے راشدین کا تصور یہ تھا کہ اہل شوریٰ کو پوری آزادی کے ساتھ اظہارِ رائے کا حق ہے۔

عدلِ اجتماعی کا قیام

خلافتِ راشدہ کا ایک بنیادی اُصول عدل و انصاف کی حکومت تھی۔ کسی کا رتبہ اور حسب و نسب اسے سزا سے نہیں بچا سکتا تھا۔ قرآن و سنت کے دیے ہوئے احکام سب کے لئے یکساں تھے اور وہ سب پر یکساں نافذ ہوتے تھے۔ کسی کے لئے بھی اس میں امتیازی سلوک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ قاضی فیصلہ دینے میں آزاد تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوئے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بطورِ تکریم اپنی جگہ بٹھانا چاہا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زید تم قاضی ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے جب تک عمر اور ایک عام مسلمان تمہارے نزدیک برابر نہ ہو۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کو کوفہ کے بازار میں اپنی گم شدہ زرہ بیچتے ہوئے دیکھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کے پاس مقدمہ کیا۔ ثبوت ناکافی ہونے کی وجہ سے قاضی نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ اس فیصلہ کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

احتساب اور جواب دہی

خلفائے راشدین اپنی ذات کو بھی قانون سے بالاتر نہیں رکھتے تھے بل کہ قانون کی نگاہ میں اپنے آپ کو اور ایک عام شہری کو مساوی قرار دیتے تھے۔ خلفائے راشدین نے اپنے طرزِ عمل سے ہمیشہ اسے ثابت کیا۔ بیت المال کا انتظام خلافتِ راشدہ میں ایک انتہائی حساس معاملہ تھا جس میں ایک ایک درہم کا حساب رکھا جاتا تھا۔ ایک موقع پر بھرے مجمع میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محاسبہ کیا کہ سب کے حصے میں

www.ilmkidunya.com

ایک ایک چادر آئی ہے، آپ نے دو چادریں کیسے لے لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پیش کی کہ دوسری چادر انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دی ہے۔

انسانی مساوات

خلافتِ راشدہ میں تمام مسلمان رنگ، نسل، زبان اور وطن کے لحاظ کے بغیر بالکل برابر تھے۔ خلیفہ تک کو عدالت میں پیش ہونا پڑتا تھا۔ خلفائے راشدین نے تمام بے جا امتیازات مٹا دیے تھے۔ اس کا عملی نمونہ ان کی اپنی ذات تھی۔ امیر المومنین اور رعایا کے حقوق میں کوئی فرق نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کو ہمیشہ تاکیدی احکام بھیجتے رہتے تھے کہ وہ اپنے اور رعایا کے درمیان کوئی امتیاز نہ کریں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کا خیال رکھتے تھے۔ غلاموں اور ان کے آقاؤں کے درمیان کسی قسم کا فرق وامتیاز روا نہ رکھتے تھے۔ رعایا کے ساتھ گورنروں کے برتاؤ کی تحقیقات کرتے۔ اس مساوات نے مسلمانوں میں حریت کی وہ روح پھونک دی تھی کہ وہ خلیفہ کو برسرِ عام ٹوک دیتے تھے۔

فلاحی ریاست

خلافتِ راشدہ ایک فلاحی ریاست تھی جس میں رعایا کی بنیادی ضروریات کو ریاست کی ذمہ داری سمجھا جاتا تھا۔ دورِ خلافت میں بہت سے رفاہِ عامہ کے کام ہوئے، عہدِ فاروقی میں بڑے بڑے شہروں میں مسافروں کی سہولت کے لیے مسافر خانے بنوائے گئے۔ غرباء اور مساکین، بوڑھوں اور معذوروں کے لیے بیت المال سے وظیفے مقرر تھے۔ یتیموں کی پرورش کا انتظام تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رفاہِ عام کے لیے شیریں پانی کے کنویں کھدوائے، سیلاب سے بچانے کے لیے نہر کھدوائی اور بند بندھوائے۔ ان کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان تھا: "قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے"۔ (الجہاد لابن المبارک: 205)۔

حسنِ انتظام

خلافتِ راشدہ میں ہر شعبے میں زبردست نظم وضبط موجود تھا۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ وعشر اور غیر مسلموں سے جزیہ وخراج لیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راتوں کو دورہ کیا کرتے، مسافروں سے حالات پوچھتے، بیرونی اضلاع سے جو سرکاری قاصد آتے ان سے ان کے علاقے کے حالات کے بارے میں پرسش کرتے اور انتظامات کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں زمین کی پیمائش کرا کے اس کا بندوبست کیا گیا۔ زراعت کی سیرابی کے لیے نہریں جاری کی گئیں۔ مساجد، فوجی چھاؤنیاں، دفاتر اور مہمان خانے وغیرہ مختلف نوعیت کی عمارتیں تعمیر کی گئیں۔ راستوں کی کشادگی، سڑکیں اور پل بنانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ خلافتِ راشدہ میں نئے شہر تعمیر کیے گئے، بازار قائم کیے گئے اور راستوں میں ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور کنویں تیار کیے گئے۔

علم کی ترقی واشاعت

خلافتِ راشدہ میں علم کی اشاعت کا بہت کام ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کی تدوین ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حفاظِ قرآن کے سینوں اور مختلف لکھے ہوئے اجزاء سے قرآن مجید کی سورتوں کو جمع کر کے مدوّن کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں تمام مفتوحہ علاقوں میں قرآن مجید کی تعلیم کے مکاتب قائم کیے اور ان کے لیے معلم مقرر کیے۔ ان مکاتب میں کتابت کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ حفاظِ قرآن کو مختلف مقامات پر تدریسِ قرآن کے لیے بھیجا۔ اسی طرح کوفہ، بصرہ اور شام میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو سنت اور فقہ کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ صوبوں کے حکام انتظامی ذمہ داریوں کے ساتھ معلم بھی ہوتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں مصحف

www.ilmkidunya.com

کی اشاعت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عہدِ صدیقی میں مدوّن کردہ مصحف کی نقول تیار کروا کر تمام علاقوں میں بھجوائیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود احادیث نبوی کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام صحیفہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے علمِ قانون کے لیے نظائر کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے علمِ عقائد، فقہ، قضا اور علمِ نحو کے اصول و ضوابط بیان کیے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے علم کے مختلف شعبوں کی تدوین کی بنیاد پڑی۔

جہاد فی سبیل اللہ

اشاعتِ اسلام کی راہ سے رکاوٹوں کو ہٹانا اور دین و وطن کے تحفّظ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ انجام دینا بھی خلافت کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ چناں چہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے خلافتِ راشدہ میں ہمیشہ جہاد جاری رہا، جس کے نتیجے میں ایران و روم فتح ہوئے اور چین کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اسلامی لشکر ضابطۂ اخلاق کے پابند تھے، درختوں اور کھیتیوں کو کاٹنے، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر تلوار اٹھانے کی ممانعت تھی۔ مسلمانوں نے جس ملک میں قدم رکھا اپنے عدل و انصاف اور حسنِ اخلاق سے اس کے باشندوں کو ایسا گرویدہ بنالیا کہ وہ ان کے معاون و مددگار بن گئے، انھوں نے قوموں کے دل و دماغ کو مسخر کر لیا اور بہت سی مفتوح قوموں نے ان کے مذہب کو بھی قبول کر لیا۔ اسلام نے ان میں ایسا جوش، عزم، استقلال، ہمت، حوصلہ مندی، دلیری، اخلاق، حمیت، دیانت اور راست بازی پیدا کر دی تھی کہ دنیا کی کوئی قوم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے ساتھ انھوں نے بین المذاہب بنیادوں پر ایسا عادلانہ نظام قائم کیا جو تمام سعادتوں اور ترقیوں کا ضامن تھا۔ اس عادلانہ نظام کی موجودہ دور میں بھی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

اقلیتوں سے حسنِ سلوک

خلافتِ راشدہ میں اسلامی شریعت کے مطابق اقلیتوں کو جان، مال اور مذہب کا تحفظ حاصل تھا۔ خلفاء اپنے گورنروں کو خاص طور پر اس بات کی تاکید کرتے کہ اقلیتوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کی جائے، ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے اور ان سے جو معاہدے کیے گئے ہیں وہ پورے کیے جائیں۔ اپاہج اور نادار لوگوں کی کفالت کا ذمہ دار بیت المال تھا۔ اگر کسی کی املاک کو کوئی نقصان پہنچتا تو اس کا معاوضہ دلایا جاتا تھا۔ ان کے حقوق کا خاص خیال رکھا جاتا اور اس بات کا پورا اہتمام کیا جاتا کہ خراج میں کوئی رقم جبر اور ظلم سے وصول نہ کی جائے اور جب خراج آتا تو معتبر اشخاص کی گواہی سے اس بات کا پورا اطمینان کیا جاتا کہ مال کی وصولی میں ظلم و زیادتی تو نہیں کی گئی۔

امانت داری

خلافتِ راشدہ کا اصول یہ تھا کہ حکومت، اس کے اختیارات اور اموال خدا کی امانت ہیں اور جن لوگوں کے سپرد یہ امانت ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لیے جواب دہ ہیں۔ اس امانت میں کسی شخص کو من مانے طریقے سے یا نفسانی اغراض کے لیے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ چناں چہ خلفاءِ راشدین بیت المال کو خدا کی امانت سمجھتے تھے۔ اس میں اسلامی قانون کی خلاف ورزی کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ عہدے اور اختیارات خدا ترس، ایمان دار اور عادل لوگوں کے سپرد کیے جاتے تھے۔ اپنی ذاتی اغراض کے لیے بیت المال کا استعمال ان کے نزدیک حرام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دریائے فرات کے کنارے کوئی اونٹ یا بھیڑ کا بچہ بھی اگر ہلاک ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: 34486)

غرض یہ کہ اسلامی خلافت میں خلیفہ ایک نگران ہے جو زندگی کے جملہ شعبوں میں شرعی ضابطے نافذ کرنے کا پابند ہے۔ خلافتِ راشدہ کا یہ دور روشنی کا ایک مینار تھا۔ بعد کے تمام ادوار میں مسلمان ہمیشہ اسی کو مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور اجتماعی نظام کے معاملے میں معیار سمجھتے رہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خلافتِ راشدہ کے طرزِ عمل کی پیروی کرتے ہوئے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور ایک ایسے صالح نظام کے لیے جدوجہد کریں جس کی بنیاد ایمان، تقویٰ، مشاورت اور رفاہِ عامہ پر ہو۔ اجتماعی معاملات میں نظم وضبط، عدل وانصاف، امانت داری، مساوات اور احتساب پر عمل پیرا ہوں تاکہ دین کا نظام اس طرح قائم ہو کہ اس کے اندر کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ دینی، روحانی، مادی، طبعی اور عمرانی علوم کے تمام شعبوں پر دسترس حاصل کر کے غلبۂ اسلام کے لیے جدوجہد کریں تاکہ دین کی جو امانت امتِ مسلمہ کے حوالے کی گئی ہے اسے انسانیت تک پہنچایا جائے۔ یہی وہ راستہ ہے جس سے امتِ مسلمہ کو اقوامِ عالم کی قیادت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے اسوہ کی پیروی کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ کس کی عدالت میں پیش کیا؟

الف۔ قاضی شریک رحمۃ اللہ علیہ　　ب۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

ج۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ　　د۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ــــــــ کو قرآن مجید کی تدوین کا حکم دیا۔

الف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ　　ب۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ

ج۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ　　د۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

۳۔ خلافت کی پیشگوئی مذکور ہے۔

الف۔ سورۃ النور میں　　ب۔ سورۃ الانبیاء میں

ج۔ سورۃ الکھف میں　　د۔ سورۃ الشعرآء میں

۴۔ حدیث کے مطابق قوم کا سردار قوم کے لیے ہوتا ہے؟

الف۔ بھائی　　ب۔ دوست

ج۔ خادم　　د۔ سرپرست

۵۔ علم نحو کے بنیادی اصول کس نے بیان فرمائے؟

الف۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ　　ب۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ج۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ　　د۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

www.ilmkidunya.com

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ خلافتِ راشدہ سے کیا مراد ہے؟

۲۔ خلافت کے بارے میں ایک آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۳۔ خلفائے راشدین کے بارے میں ایک فرمانِ نبوی لکھیے۔

۴۔ خلافتِ راشدہ میں عدل وانصاف کا ایک واقعہ ذکر کریں۔

۵۔ خلافتِ راشدہ میں خلیفہ کے احتساب کا ایک واقعہ ذکر کریں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ خلافتِ راشدہ کے حسنِ انتظام اور عدلِ اجتماعی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۲۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں رفاہِ عامہ کے بارے میں بیان کریں۔

۳۔ خلفائے راشدین کے ادوار کی علمی ترقی اور انتظامی خدمات کا جائزہ لیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- خلافتِ راشدہ کا موجودہ دور سے موازنہ کریں اور باہمی فرق کی وجوہات کی نشاندہی کریں۔
- خلافتِ راشدہ کے حسنِ انتظام اور عدلِ اجتماعی کا اپنے معاشرے سے موازنہ کریں اور نظامِ حکومت کی بہتری کی تجاویز پیش کریں۔
- خلافتِ راشدہ کی علمی خدمات اور علم کے فروغ کے لیے جدوجہد کے موضوع پر مزید مطالعہ کر کے مواد کمرۂ جماعت میں پیش کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- خلافتِ راشدہ میں علمی خدمات اور علم کے فروغ کے موضوع پر مذاکرہ کروائیں۔
- خلافتِ راشدہ کا موجودہ دور سے موازنہ کر کے باہمی فرق کی نشاندہی کریں۔

www.ilmkidunya.com

ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا تعارف جان سکیں۔
- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے علم و تقویٰ کو سمجھ سکیں۔
- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی صفات و اخلاق کا جائزہ لے سکیں۔
- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی دینی و سماجی خدمات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی علمی خدمات سے رہ نمائی حاصل کر کے علم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی اصلاحی کوششوں سے سبق حاصل کر کے اصلاحِ معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرنے والے بن سکیں۔
- ائمہ اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی صفات و اخلاق جان کر ان کی پیروی کرنے والے بن سکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ عنہم کا اسمِ گرامی علی، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حیدر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۳ رجب المرجب جمعۃ المبارک کے دن ہوئی، بچپن میں حضور اکرم ﷺ کی کفالت میں آگئے اور آخر تک دربارِ نبوت کی صحبت میں رہے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دست و بازو بنے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سوائے غزوہ تبوک کے ہر جنگ میں شرکت کی اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ بالعموم اہم اور مشکل ترین امور کی انجام دہی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مامور فرماتے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ ہی میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نمایاں علمی مقام کے حامل تھے، حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی علمی مسائل میں آپ رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے دامن میں تربیت پائی تھی اس لیے حسنِ اخلاق کا نمونہ تھے۔ جب خلیفہ بنے تو کتاب و سنت کے مطابق حکومت کی اور عدل و انصاف قائم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتدا ہی سے امین تھے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو قریش کی امانتوں کی واپسی کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی، اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کی امانت (بیت المال) کے بارے میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ مالِ غنیمت تقسیم فرماتے تو برابر حصے لگا کر احتیاط کے پیشِ نظر قرعہ ڈالتے تاکہ اگر کچھ کمی بیشی رہ گئی ہو تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے بری ہو جائیں، ایک دفعہ اصفہان سے مال آیا، اس میں ایک روٹی بھی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمایا۔ ایک دفعہ بیت المال کا تمام اندوختہ تقسیم کر کے اسے صاف کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تاکہ وہ زمین قیامت میں ان کی امانت و دیانت کی گواہ رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے چار سال نو مہینے حکومت کی اور 40ھ میں شہید ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی حسن، کنیت ابو محمد اور لقب تقی، سید اور شبیہ رسول ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ 3 ھجری 15 رمضان کو پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ ؓ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے نواسے ہیں، اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو سبط الرسول بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ قرآن سنّت کی تعلیمات پر کاربند تھے۔ علم اور تقویٰ کا پیکر تھے۔ صدقہ وخیرات اور فیاضی آپ رضی اللہ عنہ کا خاندانی وصف تھا۔ اپنی دولت اور مال ومتاع خدا کی راہ میں فیاضی سے لٹاتے تھے۔ اس فیاضی کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ حد درجہ خوش خلق بھی تھے، اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے آیا، آپ رضی اللہ عنہ معتکف تھے، مگر اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت پوری کر دی، لوگوں نے استفسار کیا تو فرمایا کہ خدا کی راہ میں کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ ہجری میں شہید ہوئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والدِ گرامی کی شہادت کے بعد خلافت کی باگ ڈور سنبھالی۔ لیکن چھے مہینے بعد حالات کے پیش نظر اتحادِ امت کی خاطر آپ رضی اللہ عنہ خلافت سے دستبردار ہو گئے، خلافت سے دستبرداری کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اہل وعیال کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں پر 49 ہجری میں زہر خورانی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ہیں، 5 شعبان 4 ھجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی حسین، کنیت ابو عبداللہ، اور لقب زکیؔ، وفی، شبّیر اور سیّد الشھداء ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سیرتِ نبوی کے متبع اور حسنِ اخلاق کا عملی مظہر ہیں۔ بردباری، تواضع، تقویٰ وطہارت، فصاحت وبلاغت آپ رضی اللہ عنہ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت، زہد، سخاوت اور کمالِ اخلاق کے سبھی قائل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر مسافروں اور حاجتمندوں کا سلسلہ برابر قائم رہتا تھا اور کوئی سائل محروم واپس نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ابوالمساکین ہو گیا تھا۔ راتوں کو غلّہ اپنی پیٹھ پر اٹھا کر لے جاتے تھے اور غریبوں، محتاجوں، بیواؤں اور یتیم بچوں کو پہنچاتے تھے جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی پشت پر نشان پڑ گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رحمدل ایسے تھے کہ دشمنوں پر بھی رحم کھاتے تھے اور ایثار ایسا تھا کہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ ان تمام بلند صفات کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اخلاقی جرأت، سچائی، قوتِ اقدام، جوشِ عمل، ثبات واستقلال اور صبر وبرداشت کے شواہد کربلا کے واقعے میں موجود ہیں۔ ان سب کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی امن پسندی ایسی تھی کہ آخر وقت تک دشمن سے مذاکرات جاری رکھے اور عزم ایسا تھا کہ جان دے دی لیکن حق کا جو راستہ اختیار کر لیا تھا اس سے ایک انچ نہ ہٹے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پاپیادہ کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ 10 محرم بروز جمعۃ المبارک آپ رضی اللہ عنہ کربلاء میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ ہجری میں ہوئی۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی علی اور لقب سجاد ہے۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علی اوسط بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مدینہ منوّرہ میں 25 جمادی الاولیٰ سن 38 ہجری میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کربلا کے واقعہ میں اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ

www.ilmkidunya.com

تھے، لیکن بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ؒ کو اسیر کیا گیا۔ آپ ؒ اپنی اسیری میں بھی بلا جھجک حق و صداقت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ ؒ موقع محل کے مطابق اپنی تقریروں اور بیانات کے ذریعے دعوتِ حق کو عام و خاص تک پہنچاتے تھے۔ اسیری سے رہائی پانے کے بعد آپ ؒ مدینہ منورہ لوٹے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ امام زین العابدین ؒ نے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی تعلیم و تربیت کی اور انھیں اسلامی معارف کی تعلیم دی۔ آپ ؒ تقویٰ و طہارت اور حسن اخلاق کے حامل تھے۔ آپ ؒ کی سخاوت اور فیاضی کا خاص شہرہ تھا اور فقراء کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ راتوں کو روٹی کے تھیلے اپنی پشت پر رکھ کر اندھیرے میں خفیہ طور پر غربا اور مساکین کو پہنچا دیتے تھے۔ ان تھیلوں کو لادنے کی وجہ سے آپ کی پیٹھ پر نشان پڑ گئے تھے اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو غسل دیتے ہوئے وہ نشانات آپ کے بدن پر دیکھے گئے۔ آپ ؒ اکثر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ ؒ جن دعاؤں کے ذریعہ سے اپنے پروردگار سے راز و نیاز فرماتے تھے، وہ عظیم اسلامی معارف پر مشتمل ہیں۔ مناجات اور دعاؤں کے اس مجموعہ کو "صحیفہ سجادیہ" کہا جاتا ہے۔

حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد باقر ؒ حضرت زین العابدین ؒ کے بیٹے ہیں۔ آپ ؒ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ ؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں 57 ہجری میں ہوئی۔ آپ ؒ کی امامت، فقاہت اور شان جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت محمد باقر ؒ نے علوم اہل بیت اور فقہ اسلامی کی نشر و اشاعت کی۔ اس عہد کے بڑے بڑے آئمہ، تابعین اور تبع تابعین نے آپ ؒ سے کسبِ فیض کیا۔ فقہ میں آپ ؒ کو خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ ؒ نے علوم و معارف کی ترویج میں زندگی بسر کی۔ عبد الملک بن مروان نے آپ ؒ کی تجویز پر عالم اسلام میں اسلامی سکہ رائج کیا جب کہ اس سے قبل رومی سکہ رائج تھا۔ عبادت و ریاضت آپ ؒ کا محبوب عمل تھا۔ دن رات میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے، سجدوں کی کثرت سے پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا۔ اتباعِ سنّت اور اخلاقِ حسنہ آپ ؒ کا شیوہ تھا۔ آپ ؒ کی ایک نمایاں صفت حلم ہے۔ ناروا سلوک پر آپ ؒ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا بلکہ ہمیشہ خوش رُوئی اور احسان کے ساتھ پیش آتے۔ آپ ؒ نے 63 سال عمر پائی۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جعفر صادق ؒ حضرت محمد باقر ؒ کے صاحبزادے ہیں، آپ ؒ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور مشہور لقب صادق ہے، آپ ؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۲ ہجری میں ہوئی، آپ ؒ جلیل القدر فقیہ اور اسلامی اخلاق کا عملی نمونہ ہیں۔ صدق، طہارت، مہمان نوازی، غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، عفو و درگذر اور صبر و تحمل آپ ؒ کے نمایاں اوصاف ہیں۔ آپ ؒ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ علم و تفقہ کے لحاظ سے آپ ؒ اپنے وقت کے امام ہیں۔ علمی لحاظ سے اہل بیتِ کرام میں آپ ؒ کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ آپ ؒ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ ؒ دنیا کے کونے کونے سے آنے والوں کی تعلیم و تربیت فرماتے، آپ ؒ کے فیضِ علم کی برکت سے کثیر تلامذہ دنیا بھر میں علوم کی نشر و اشاعت میں مشغول ہوئے۔ تمام اطراف و اکناف سے علماء اور عوام آپ ؒ کے پاس آتے اور عقائد، فقہِ اسلامی اور تاریخ کے حوالے سے استفادہ کرتے۔ امام جعفر صادق ؒ نے علوم کے مختلف شعبوں میں لوگوں کی رہنمائی کی۔ آپ ؒ کو تفسیر، حدیث، کلام، فقہ، اور تاریخ وغیرہ پر دسترس حاصل تھی اور آپ ؒ عمر بھر ان کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ کاظم ؒ حضرت جعفر صادق ؒ کے صاحبزادے ہیں، کنیت ابوالحسن، اور لقب کاظم ہے، آپ ؒ ابواء کے مقام پر ۱۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے، آپ ؒ ایک عظیم عالم اور محدث تھے، اکابر محدثین نے آپ ؒ سے روایت لی ہے۔ امام موسیٰ کاظم ؒ بہترین اخلاق واوصاف کا مرقع تھے۔ آپ ؒ میں تحمل وبرداشت اور غصہ کو ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ ؒ کا لقب "کاظم" قرار پایا، جس کے معنی ہیں غصے کو پینے والا۔ آپ ؒ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات کرتے نہیں دیکھا۔ انتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آتے۔ آپ ؒ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر بیٹھا ہوا تھا اور آپ ؒ کی سیرت کی بلندی کو سب مانتے تھے، آپ ؒ کو کثرتِ عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے "عبدِ صالح" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ آپ ؒ کی سخاوت اور فیاضی مشہور تھی۔ آپ ؒ اکثر فقراء کی پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت اتنی خوبصورتی سے کرتے کہ پاس بیٹھنے والے بھی آپ ؒ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے۔ علم وحلم، جود وکرم، عاجزی وانکساری اور تقویٰ وپاکبازی آپ ؒ کے نمایاں اخلاق تھے، عبادت وریاضت کا خاص اہتمام تھا۔ آپ ؒ نے اپنی زندگی عبادت اور تبلیغ دین میں صرف کی۔ عمر بھر تعلیم وتبلیغ میں مشغول رہے اور لوگوں کی علمی رہنمائی فرماتے رہے۔ آپ ؒ نے 55 سال عمر پائی۔

حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی رضا ؒ حضرت موسیٰ کاظم ؒ کے صاحبزادے ہیں، آپ ؒ کا اسم گرامی علی، کنیت ابوالحسن اور لقب الرضا ہے۔ آپ ؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ ہجری کو ہوئی، آپ ؒ کی نشو ونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم ؒ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ جب آپ ؒ کے والدِ بزرگوار امام موسیٰ کاظم ؒ کی وفات ہوئی تو آپ ؒ کی عمر 35 برس تھی۔ آپ ؒ بہت بڑے محدث تھے۔ حسنِ اخلاق اور تقوی وطہارت آپ ؒ کی نمایاں صفات تھیں۔ اہل بیت میں سے امام جعفر صادق ؒ کے بعد سب سے زیادہ علمی فیوض پھیلانے کا موقع آپ ؒ کو حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ کاظم ؒ کی وفات کے بعد علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ ؒ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ محمد ابن عیسیٰ القطینی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ؒ کے فتاویٰ تحریر کیے جو کہ تعداد میں اٹھارہ ہزار تھے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید آپ ؒ سے بہت عقیدت رکھتا تھا حتّٰی کہ 201 ہجری میں اس نے آپ ؒ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ آپ ؒ نے 49 سال عمر پائی۔

حضرت محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد تقی ؒ حضرت علی رضا ؒ کے صاحبزادے ہیں، آپ ؒ کا اسم گرامی محمد، کنیت ابو جعفر اور لقب جواد اور تقی ہے۔ آپ ؒ کی پیدائش ۱۹ رمضان ۱۹۵ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ آپ ؒ کو اپنے والد کے زیرِ تربیت زندگی گزارنے کا بہت کم موقع ملا لیکن اس کے باوجود علم وفضل میں عظیم مرتبے کے حامل تھے۔ آپ ؒ کی تقریر بہت دلکش اور پر تاثیر ہوتی تھی۔ بڑے بڑے علمائے آپ ؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپ ؒ کے مختصر حکیمانہ مقولوں کا ایک ذخیرہ منقول ہے۔ توحید سے متعلق آپ ؒ کے بعض بلند پایہ خطبے بھی موجود ہیں۔ آپ ؒ کی زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں لوگ آپ ؒ کے وعظ ونصیحت سے

www.ilmkidunya.com

فائدہ اٹھاتے اور طلبہ مسائل دریافت کرتے تھے۔آپ ؒ کی علمی شہرت تمام عالم اسلام میں پھیلی ہوئی تھی۔آپ ؒ اخلاق واوصاف کی بلندی پر تھے۔ ہر ایک سے تواضع سے ملنا، ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرنا، مساوات، سادگی، فقراء کی خبر گیری، دوستوں دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک، مہمان نوازی اور علمی افادہ آپ ؒ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں۔

حضرت علی نقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی نقی ؒ حضرت محمد تقی ؒ کے صاحبزادے ہیں ،آپ ؒ کا اسم گرامی علی، کنیت ابو الحسن اور لقب نقی ہے ۔آپ ؒ کی ولادت 5 رجب 214 ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ ؒ بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ عقائد، تفسیر، فقہ اور اخلاق کے متعدد موضوعات پر آپ ؒ سے کئی احادیث منقول ہیں۔آپ ؒ 236 ہجری تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔اس کے بعد حکومت نے عراق بلا کر قید کر دیا، چنانچہ آپ ؒ کی زندگی کے اکثر ایام سامرا (عراق) میں گزرے۔ آپ ؒ سیرت واخلاق میں علمی وعملی کمال کی بلندیوں پر فائز تھے۔ قید خانے اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت اور ہر حال میں یادِالٰہی، عبادت، استغناء، ثابت قدمی، صبر واستقلال، حلم ومروت، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا وہ اوصاف ہیں جو آپ ؒ کی سیرت زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ ؒ شب وروز عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر نمازیں پڑھنا آپ ؒ کا معمول تھا۔ قید وبند میں بھی آپ ؒ کے استغنائے نفس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ جب آپ ؒ کو قید سے رہائی نصیب ہوئی تو کثیر تعداد میں طلبہ نے آپ ؒ کے علم سے استفادہ کیا۔ آپ ؒ مشکل حالات کے باوجود طلبہ علم کی رہنمائی، لوگوں کی اصلاح اور تزکیہ وتربیت میں عمر بھر مشغول رہے۔

حضرت حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن عسکری ؒ حضرت علی نقی ؒ کے صاحبزادے ہیں ،اسم گرامی حسن، کنیت ابو محمد ،اور لقب عسکری ہے۔آپ کی پیدائش بروز جمعہ 10 ربیع الثانی 232 ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ ؒ نے اپنے والد بزرگوار سے بھرپور علمی وروحانی استفادہ فرمایا۔ آپ ؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ بھی حکومت وقت کی طرف سے قید وبند ہی میں گزرا مگر آپ ؒ کے صبر واستقلال میں فرق نہ آیا۔ آپ ؒ نے قید وبند کے زمانے میں بھی علمی اور دینی خدمات کو خاموشی سے جاری رکھا۔ علم وحلم، عفو وکرم اور سخاوت وایثار آپ ؒ کے بے مثال اوصاف تھے۔ قید کے دوران بھی عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نمازیں پڑھتے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ احمد بن عبد اللہ بن خاقان کہتے ہیں کہ میں نے علم وورع، زہد وعبادت، وقار وہیبت، اور حیاء وعفت میں امام حسن عسکری ؒ سے زیادہ ممتاز کوئی نہیں دیکھا۔ آپ ؒ کے اخلاق واوصاف کی عظمت کا سکہ عوام وخواص سب ہی کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ؒ کی عمر صرف 28 برس ہوئی مگر آپ ؒ کے علمی فیوض سے بڑے بڑے بلند پایہ علماء سیراب ہوئے۔ آپ ؒ نے اپنے زمانے میں دہریت اور الحاد کا پرچار کرنے والے فلاسفہ کا مقابلہ فرمایا جس میں آپ ؒ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ محدثین نے اپنی کتب میں آپ ؒ کی سند سے احادیث نقل کی ہیں۔ آپ ؒ کے بعض تلامذہ نے آپ ؒ کے علمی افادات کو جمع کر کے کتابیں تصنیف کیں۔ ابو علی حسن بن خالد برقی نے آپ ؒ سے نقل کر کے ایک تفسیر مرتب کی جو ایک سو بیس اجزاء پر مشتمل ہے۔

www.ilmkidunya.com

حضرت محمد مہدی عجل اللہ فرجہ

حضرت محمد مہدی ؑ حضرت حسن عسکری ؑ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ؑ کا نام محمد، لقب مھدی اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ؑ کی ولادت 15 شعبان 255 ھ کو بروز جمعہ سامرا (عراق) میں ہوئی۔ آپ ؑ کی والدہ کا نام نرجس خاتون تھا۔ جب آپ ؑ کی ولادت ہوئی تو حکومت کے کارندے آپ ؑ کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ؑ کی حفاظت فرمائی۔ سیاسی حالات کی وجہ سے آپ ؑ بچپن میں ہی روپوش ہو گئے تھے۔ روپوشی کے دوران آپ ؑ کا قیام عراق، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہا۔ آپ ؑ علم و حکمت، زہد و عبادت، شرف و عزت اور قدر و منزلت میں ممتاز اور نمایاں مقام کے حامل تھے۔ روپوشی کے زمانے میں آپ ؑ خطوط لکھ کر لوگوں کو درپیش علمی، کلامی اور فقہی مسائل میں رہنمائی فرماتے رہے اور دینی علوم کی اشاعت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ آپ ؑ کے تلامذہ میں عثمان بن سعید ؑ، محمد بن عثمان ؑ، حسین بن روح نوبختی ؑ اور علی بن محمد سمری ؑ نمایاں ہیں۔ انھیں نائبین خاص بھی کہا جاتا ہے۔

ائمہ اہل بیت نے تفسیر حدیث فقہ اور دیگر علوم کی نشر و اشاعت کی اور جہالت و گمراہی کے پردوں کو چاک کیا۔ ان کے علوم تزکیہ نفس، روحانیت اور معارفِ الٰہیہ سے بھرپور ہیں۔ ان ائمہ اہل بیت نے علومِ قرآن، تفسیر، حدیث، عقائد اور فقہ کی تعلیم و تشریح کا فریضہ ادا کیا اور علم کی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا، دنیا بھر سے تشنگانِ علم و حکمت اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ان کے پاس آتے۔ ہزاروں شاگردوں نے ان کی بارگاہ سے کسبِ فیض کیا جو دنیا کے گوشے گوشے سے آپ ؑ سے حصولِ علم کے لیے آتے تھے۔ ان کی درسگاہ کے فیض سے مسلمانوں میں نابغہ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں۔ ان ہستیوں کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے مشعلِ راہ اور ہدایت ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم ان ائمہ کی صفات و اخلاق کی پیروی کریں۔ علم کے حصول اور فروغ کے لیے جدوجہد کریں۔ اپنی تربیت اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح کے لیے جدوجہد کریں۔ ائمہ اہلِ بیت کے علوم و معارف اور روحانیت سے خود بھی استفادہ کرتے ہوئے معاشرے میں ان کو عام کرنے کے لیے جدوجہد کریں تاکہ ہمیں دنیا و آخرت کی فلاح نصیب ہو۔

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس غزوہ میں پیچھے چھوڑا تھا؟

الف۔ غزوہ خندق	ب۔ غزوہ تبوک
ج۔ غزوہ بدر	د۔ غزوہ احد

۲۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا صحیفہ سجادیہ کون سے مضامین پر مشتمل تھا؟

الف۔ ایمانیات وعقائد پر	ب۔ مناجات اور دعاؤں پر
ج۔ وعظ ونصیحت پر	د۔ فقہی احکام پر

۳۔ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کتنے اجزا پر مشتمل تھی؟

الف۔ 100	ب۔ 110
ج۔ 120	د۔ 130

۴۔ امام علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی تعداد کتنی تھی؟

الف۔ 16 ہزار	ب۔ 17 ہزار
ج۔ 18 ہزار	د۔ 19 ہزار

۵۔ کس امام رحمۃ اللہ علیہ سے توحید کے متعلق بلند پایہ خطبے منقول ہیں؟

الف۔ امام محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ	ب۔ امام علی نقی رحمۃ اللہ علیہ
ج۔ امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ	د۔ امام علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث مبارک لکھیں۔

۲۔ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں ایک حدیث مبارک لکھیں۔

۳۔ صحیفہ سجادیہ سے کیا مراد ہے؟

۴۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کون کون سے علوم کی نشر واشاعت کی؟

۵۔ امام موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کو کاظم کیوں کہا جاتا ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ امام علی ؑ کے حالات زندگی کے بارے میں تحریر کریں۔

۲۔ امام جعفر صادق ؑ کی علم کی اشاعت کا تذکرہ کریں۔

۳۔ امام موسیٰ کاظم ؑ کے حالات و واقعات ذکر کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ائمۂ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر مکالمہ کریں۔
- ائمۂ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی دینی و سماجی خدمات کے موضوع پر مذاکرہ کروائیں۔
- اس بات پر مذاکرہ کریں کہ ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی زندگی سے سبق حاصل کر کے ہم کیسے اپنے معاشرے کی اصلاح کر سکتے ہیں؟

برائے اساتذہ کرام

- ائمۂ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے میں طلبہ کے مابین ایک علمی کوئز کا انعقاد کروائیں۔
- طلبہ کو ائمۂ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی صفات و اخلاق کی پیروی کی ترغیب دیں۔
- ائمۂ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے علم کے فروغ کے واقعات سنا کر طلبہ میں علمی تحقیق و ترقی کا جذبہ پیدا کریں۔

www.ilmkidunya.com

صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- مذکورہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالات زندگی سے اجمالی طور پر واقف ہو سکیں۔
- ان کے اخلاق و صفات اور کردار سے واقفیت حاصل کر سکیں۔
- اشاعتِ اسلام، خدمتِ دین، اتباعِ سنّت، تصوّف، روحانیت اور تزکیہ نفس کے فروغ میں ان کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- مذکورہ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے دینی، روحانی، معاشرتی و سماجی کردار کے بارے میں جان کر عملی زندگی میں ان کے اُسوہ کی پیروی کر سکیں۔
- ان کی سیرت کے روشن پہلوؤں، اتباعِ سنّت کے جذبے اور پاکیزہ تعلیمات سے سبق حاصل کر کے دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک عظیم روحانی بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ 14 اپریل 1859ء بمطابق رمضان 1275ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام سید نذر دین شاہ ہے۔ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے چار سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔ قرآن مجید حفظ کیا، پھر عربی، فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم مولانا محی الدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد سہارن پور میں فن حدیث کے امام مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کتب حدیث کی سند حاصل کی۔ 20 سال کی عمر میں ہندوستان سے تمام علوم رسمیہ کی تکمیل کر کے وطن لوٹے اور اپنی آبائی مسجد میں درس تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست پر بیعت ہوئے اور انھوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے ان صوفیا کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے تھے جنہوں نے اس صدی میں اپنی قوت روحانی اور عظمت کردار کی بدولت لاکھوں گم کردہ راہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی کے تمام معمولات میں شریعت مطہرہ کی پیروی کا خاص طور پر خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی اتباع سنت میں گزاری اور اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ علم کے حصول اور اتباع سنت کی تلقین فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ دین کے علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا حصول ناممکن ہے۔ علم کے بغیر انسان مردہ کی طرح ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ علم، ریاضت، مجاہدہ، زہد، جود و سخا اور بردباری میں بے نظیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی اتباع شریعت کی تبلیغ میں صرف ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علم و عرفان میں ایک نہایت ہی اعلیٰ مقام حاصل کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمال ظاہری کے ساتھ ساتھ علمی و روحانی کمال بھی بدرجہ اتم عطا فرمایا تھا۔ تصوف کے علوم و معارف کی تفہیم میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی دین کی تبلیغ اور قرآن و سنت کی اشاعت کے لیے وقف تھی۔ پوری زندگی آپ طالبین حق کی دینی رہنمائی کرتے رہے اور مریدین کی اصلاح و تربیت میں مشغول رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وجود بنی نوع انسان کی ایک کثیر تعداد کو گمراہی سے بچانے کا ذریعہ بنا۔

www.ilmkidunya.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر علوم دینیہ کی تدریس اور لوگوں کی تربیت میں مشغول رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم رہنما، ولی اللہ، اور عالم دین تھے۔ "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق" تصوف کے موضوع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب مشہور ہیں، مثلاً شمس الہدایہ، سیف چشتیائی، الفتوحات الصمدیہ، فتاوی مہریہ، مراۃ العرفان، مکتوبات طیبات وغیرہ۔ منگل کے دن 29 صفر المظفر 1356ھ بمطابق 11 مئی 1937ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف گولڑہ شریف، اسلام آباد میں ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری المعروف شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ 1282ھ/1865ء کو شرقپور میں پیدا ہوئے۔ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کو شیر یزدانی، عارفِ اکمل اور شیر ربانی کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسب کے اعتبار سے علوی قریشی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد عرب سے ہجرت کرکے افغانستان کے شہر کابل آئے اور وہاں سے ہجرت کرکے پنجاب آئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا میاں حمید الدین سے حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب ظاہری علوم سے فارغ ہوئے تو حضرت بابا امیر الدین کوٹلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ شیخ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا فرمائی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کے حکم پر شرقپور کو ہی اپنی قیام گاہ بنایا اور یہ روحانی سلسلہ آج تک قائم ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ عظیم روحانی شخصیت اور علمبردارِ شریعت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضل وکمال، علم وعرفان میں بلند مقام ومرتبہ عطا فرمایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرت وکردار میں متاثر کن شخصیت کے مالک تھے۔ جس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مخلوقِ خدا پر شفقت ومہربانی فرماتے ہوئے اس کی اصلاح وتربیت فرمائی وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حصہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول وفعل تضاد سے پاک تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھر کے معمولات سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق رہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور وابستگی کا نتیجہ ہی تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ غریبوں، یتیموں اور بے سہاروں کی مالی معاونت فرماتے، مظلوموں کی مدد کرتے، بیواؤں کی خبر گیری کرتے اور ہر مستحق کی امداد فرماتے تھے۔ اپنے پاس آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ ہر ایک ملنے والے سے خوش اخلاقی اور کشادہ دلی سے ملتے اور ان کی بات نہایت توجہ سے سنتے، ملنے والوں سے سلام میں پہل کرتے۔ کسی کی عیب جوئی نہ کرتے بل کہ پردہ پوشی فرماتے۔ ذاتی معاملہ میں ناراض نہ ہوتے لیکن شریعت کے خلاف کوئی چیز کبھی برداشت نہیں فرمائی۔ مقروضوں کا قرض ادا کرنے کی کوشش فرماتے، نیکی کے کاموں میں تاخیر نہ کرتے، کسی سائل کو محروم نہ کرتے۔ مساجد کی تعمیر وترقی میں گہری دلچسپی لیتے، موقع ومحل کے مطابق پند ونصائح بیان فرماتے۔ دینی کتب اور تفاسیر کا خود بھی مطالعہ کرتے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے۔ الغرض آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے ایک شیخ کامل تھے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ہر آنے والے کو نصیحت فرماتے اور خاص طور پر شریعت مطہرہ کے مطابق زندگیاں گزارنے کی تلقین کرتے تھے۔

میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال سوموار 3 ربیع الاول 1347ھ 20 اگست 1928ء پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دو ہڑاں والے قبرستان شرقپور شریف میں دفن کیا گیا۔

ان صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات تزکیۂ نفس، روحانیت اور معارفِ الٰہیہ سے بھرپور ہیں۔ ان کی تعلیمات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں جس سے ہم اپنی اور معاشرے کی اصلاح میں استفادہ کرسکتے ہیں۔ ان کے ارشادات قرآن مجید اور سنتِ نبوی کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے اوصاف واخلاق کی اتباع کریں تاکہ ہمیں دنیا وآخرت میں سرخروئی نصیب ہو۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تصوّف کے کس سلسلے سے تھا؟

الف۔ سلسلہ نقشبندیہ　ب۔ سلسلہ قادریہ　ج۔ سلسلہ چشتیہ　د۔ سلسلہ سہروردیہ

۲۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کب ہوا؟

الف۔ 1926ء میں　ب۔ 1927ء میں　ج۔ 1928ء میں　د۔ 1929ء میں

۳۔ مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کس فن میں امام تھے؟

الف۔ تفسیر میں　ب۔ حدیث میں　ج۔ فقہ میں　د۔ تصوف میں

۴۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرقپور کو ہی اپنی قیام گاہ کیوں بنایا؟

الف۔ حالات کی مجبوری سے　ب۔ شیخ کے حکم پر　ج۔ آبائی وطن کی وجہ سے　د۔ خاندانی معاملات کی وجہ سے

۵۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق کس موضوع پر ہے؟

الف۔ علم کلام پر　ب۔ علم فقہ پر　ج۔ علم تصوف پر　د۔ علم لغت پر

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تصوّف کے کس سلسلے سے تھا؟

۲۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال کب ہوا؟　۳۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے نام لکھیں۔

۴۔ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے آباء و اجداد کہاں سے تشریف لائے تھے؟

۵۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کی سند کہاں سے حاصل کی؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کا تذکرہ کریں۔

۲۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و اخلاق کے بارے میں تحریر کریں۔

۳۔ اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم کس طرح ان صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سیرت کے روشن پہلوؤں اور پاکیزہ تعلیمات کی پیروی کر سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے کمرا جماعت میں پیش کریں۔
- حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی معاشرتی، سماجی، دینی و روحانی خدمات کی فہرست بنائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات کے بارے میں طلبہ کو آگاہی دیں۔
- طلبہ کو ان صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی سیرت کے روشن پہلوؤں، اتباعِ سنت کے جذبے، اور پاکیزہ تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

www.ilmkidunya.com

باب ہفتم

اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے

www.ilmkidunya.com

قانون کی پاسداری

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
طلبہ قابل ہو جائیں گے کہ وہ: • اسلام کے نظامِ انصاف میں قانون کی پاسداری کی اہمیت جان سکیں۔ • عصرِ حاضر میں قانون کی حکمرانی سمجھتے ہوئے اس کی پاسداری کا عہدِ رسالت و خلفائے راشدین سے موازنہ کر سکیں۔ • قوانین پر عمل پیرا ہونے کے فوائد اور ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔	• زندگی کے معاملات میں قانون کی پاسداری کر کے معاشرتی فلاح و بہبود اور امن عامہ کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ • قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاشرے کے کمزور طبقوں کو ایک باعزت مقام دلوانے میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

معنی و مفہوم:

قانون کی پاسداری کا مطلب ہے کہ انسانوں کے حقوق اور فرائض کی حفاظت کی جائے اور انسانوں کے حقوق کی پامالی سے بچا جائے۔ معاشرتی امور کو انصاف اور قانونی طریقوں سے حل کیا جائے۔ نظامِ انصاف اور قانون اجتماعی اصولوں پر مشتمل ایک ایسا نظام ہوتا ہے کہ جس کو کسی ادارے یا حکومت کی جانب سے معاشرے کو منظم کرنے کیلئے نافذ کیا جاتا ہے اور اسی پر معاشرے کے اجتماعی رویوں، اقدار اور ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔

اسلام کے نظامِ انصاف میں قانون کی پاسداری اور حکمرانی کی اہمیت:

اسلام ایک ایسا نظامِ انصاف واضح کرتا ہے جو ساری دنیا کے لوگوں کے لئے زندگی کے تمام امور کے بارے میں بہترین اصول و ضوابط متعین کرتا ہے۔ یہ قوانین کوئی حکمران، بادشاہ، کسی ادارہ کا سربراہ یا بڑا سیاست دان کسی انداز سے منسوخ یا تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کا جاری کردہ نظامِ انصاف بہترین عوامل سے مزین اور افضل ہے۔ انسان کو اپنی زندگی انہی اصولوں اور ہدایات کے تحت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے جو قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں، انسان اس دنیا میں بحیثیتِ حکمران اللہ تعالیٰ کا امین اور انصاف کرنے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ مبارک ہے:

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ (سورۃ آل عمران: 154)

ترجمہ: "وہ کہہ رہے تھے کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہے؟ (اے نبی خاتم النبیین ﷺ) آپ فرما دیجیے بے شک اختیار تو سارا اللہ کے لیے ہے۔"

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ المائدہ: 45)

ترجمہ: "اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نازل کیے گئے پر بلا کسی عذر و اعتراض عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے۔

www.ilmkidunya.com

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (سورۃ الاحزاب: 36)

ترجمہ: ”اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لیے اپنے (اس) معاملہ میں کوئی اختیار رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً واضح گمراہی میں پڑ گیا۔“

زمانہ قدیم میں معاشروں میں بدامنی، بدنظمی اور انتشار و افراتفری کے حالات و واقعات اکثر وقوع پذیر ہوتے تھے امن و سکون کی سہولیات کا فقدان تھا۔ اسلام نے اپنی تعلیمات سے انسان کو جاہلانہ طرزِ عمل سے نکالا اور بہتر اطوار سے زندگی بسر کرنے کی ترغیب دے کر ایسی ریاست کا قیام عمل میں لایا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

عصرِ حاضر میں قانون کی پاسداری کا عہدِ رسالت و خلفائے راشدین سے موازنہ:

اسلامی نظامِ حکومت کا پہلا دور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا دور ہے جس میں اسلامی ریاست کی بنیاد مدینہ منورہ میں رکھی گئی۔ دوسرا دور خلفائے راشدین کا تھا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشادِ مبارکہ ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۃ الحج: 41)

ترجمہ: ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔“

ان ادوار کی چیدہ چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

- ان ادوار کا سیاسی اور سماجی نظام قرآن و سنت کے مطابق تھا۔
- ان ادوار میں بادشاہت دنیا کے ہر ملک میں اپنی جگہ موجود تھی لیکن اسلامی ریاست کا سیاسی نظام ان سب سے مختلف تھا اور اس کا شہنشاہیت سے دُور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا۔
- باہمی مشاورت اور تقریر کی آزادی کے بعد نہ صرف ذاتی طور پر انصاف کو ترجیح دی جاتی بلکہ اس کے احکامات ریاست کے دیگر عہدے داروں کو بھی دیے جاتے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ انصاف کو یقینی بنائیں۔
- اس زمانے میں ہر جگہ انصاف کے لیے عدالتیں قائم تھیں، جہاں مقدمات قاضی کے سامنے پیش کیے جاتے تھے۔
- بلا تفریق سب کو انصاف ملتا اگر کسی حکومتی عہدے دار کے خلاف کوئی مقدمہ یا شکایت آتی تو خود اس کی تحقیق کرتے اور ذمہ داروں کو باقاعدہ سزا دیتے، حتیٰ کہ اگر کسی عہدے دار پر کوئی تہمت لگ جاتی تو اسے معزول کر کے فوراً تحقیقات کی جاتی تاکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔

خلافتِ راشدہ کے 30 برسوں کے دوران سماجی اصلاحات کے میدان میں جو کارنامے انجام دیے گئے وہ نہ صرف یہ کہ ناقابلِ فراموش ہیں بلکہ قابلِ تقلید بھی ہیں۔ خلفائے راشدین نے نظامِ انصاف، قانون کی پاسداری اور حکمرانی میں جو طریقہ اپنایا وہ قرآن و سنت کا عملی مظاہرہ ہے۔ عصرِ حاضر میں ایک شہری کے لیے انصاف کی فراہمی ایسے ہی ہونا چاہیے جیسے خلفائے راشدین نے اپنے سنہری ادوار میں کی تھی۔ یہی دعویٰ اس زمانے کی جمہوری حکومتیں بھی کرتی ہیں۔

www.ilmkidunya.com

عصرِ حاضر میں دُنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں خوشحالی کی ایک بڑی وجہ قانون کا احترام ہے جو کہ حقیقتاً مسلمانوں کی اساس ہے مگر فی الوقت ہمارے ہاں یہ چیز ناپید نظر آتی ہے جو کہ ایک ذہنی کیفیت اور معاشرے کی اجتماعی سوچ کی بھی عکاس ہے۔ قانون کی حکمرانی صرف حکومت کی ہی ذمہ داری نہیں بلکہ اس میں معاشرے کے ہر فرد کا کردار انتہائی اہم ہے۔ قانون کی حکمرانی، آئین کی بالادستی اور انصاف کی فراہمی ہی وہ واحد راستہ ہے جس سے جمہوری نظام اور ملکی استحکام کے علاوہ اچھے طرزِ حکمرانی کو یقینی بنانا اور عام آدمی کے مسائل و مشکلات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقوں کے درمیان عدم مساوات کی خلیج بڑھتی جارہی ہے اور پوری قوم تفریق و امتیاز کی لپیٹ میں آگئی ہے جس سے معاشرتی، سماجی، نسلی اور لسانی اختلافات کو فروغ مل رہا ہے۔ مسلم امت آج جن بحرانوں کا شکار ہے اس کی بڑی وجہ بھی انصاف کی عدم فراہمی اور حکمرانوں و سیاستدانوں کا خود کو قانون سے بالاتر سمجھنا ہے جبکہ اسلامی تعلیم کے مطابق انصاف اور قانون کے تحت ہر انسان کو برابر حقوق حاصل ہیں اور کوئی بھی فرد قانون سے بالاتر نہیں۔ اسلامی نظامِ انصاف میں قانون کی پاسداری کی بنیاد عدالتی نظام کی تشکیل پر رکھی جاتی ہے. قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق، عدالتی نظام کو انصاف کی بنیاد پر قائم کیا جائے تاکہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی جاسکے۔

قانون کی پاسداری کے فوائد اور ثمرات:

قوانین پر عمل پیرا ہونے کے فوائد اور ثمرات انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر ہوتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ قوانین پر عمل پیرا ہونے سے معاشرت کا نظام منظم اور جامع ہوتا ہے۔

۲۔ قوانین افراد کی حفاظت کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ لوگوں کی جان و مال محفوظ رہتے ہیں۔ ہر طرف امن و سکون کی فضا قائم ہوتی ہے۔

۳۔ نظامِ انصاف اور قوانین عدل و انصاف کی ترویج کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کو برابر کے حقوق ملتے ہیں۔ کسی کی کوئی حق تلفی نہیں ہوتی۔

۴۔ قوانین کی پاسداری سے سماجی اور ملکی استحکام برقرار رہتا ہے۔ تمام ممالک کے ساتھ عزت و وقار کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔

۵۔ قوانین کی پابندی سے معاشی طور پر ملک و قوم مستحکم ہوتے ہیں۔ سرمایہ کار اعتماد کے ساتھ سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ غربت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ امیر امیر تر اور غریب غریب تر نہیں ہوتا بلکہ ہر طرف خوشحالی ہوتی ہے۔

۶۔ قوانین پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے سے تمام برائیوں اور جرائم کا سدِ باب کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ عدل و انصاف قائم کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے جس سے دُنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

ملک میں آئین بھی ہے، قانون بھی ہے بس اس پر صدقِ دل سے عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ اگر تمام ادارے اور شہری قانون کا احترام اپنا فرض سمجھیں تو ان کو کبھی کسی شخص یا ادارے کی مداخلت کا سامنا نہ ہوگا اور نہ ہی کسی کی حق تلفی ہوگی۔ اس سے ہم معاشرے کی فلاح و بہبود اور امنِ عامہ میں اپنا انفرادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وطنِ عزیز کے ہر شخص کو حکومتوں اور انسانوں کے بنائے گئے قوانین اور یہاں کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی بھی پاسداری کرنا لازم ہے۔ زندگی کے معاملات میں قانون کی پاسداری کر کے معاشرتی فلاح و بہبود اور امنِ عامہ کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ مثلاً کسی شخص کی مالی یا قوم کی چوری، املاک پر ناجائز قابض ہونا، ڈاکہ زنی، دھوکا دہی اور دیگر متشدد جرائم کے ارتکاب پر مختلف عدالتیں ملزمان کے مقدمات کی سماعت کر کے ان کو بری کرنے یا جرمانہ و قید کی سزائیں دینے کے احکامات جاری کریں اور ان تمام معاملات میں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے معاشرے کے کمزور طبقوں کو ایک باعزت مقام دلوانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے مثلاً مالی مدد، عدلیہ تک رسائی، مظلوم اور کمزور کی حفاظت، میڈیا یا کسی اور پلیٹ فارم کے ذریعے آگاہی وغیرہ۔ اسلامی نظامِ انصاف پر عمل درآمد کرنا اور کروانا ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی:

الف) حبشہ میں ب) طائف میں ج) مدینہ منورہ میں د) مکہ مکرمہ میں

۲۔ قانون کی پاسداری کا مطلب ہے:

الف) قانونِ ریاست کو سمجھنا ب) قانون ریاست کو توڑنا ج) قانونِ ریاست بنانا د) قانونِ ریاست کو ماننا

۳۔ خلافتِ راشدہ کا عرصہ تھا:

الف) ۲۰ برس ب) ۳۰ برس ج) ۴۰ برس د) ۵۰ برس

۴۔ خلافتِ راشدہ میں قانون کی پاسداری کا اثر تھا۔

الف) امن وامان ب) ظلم وجبر ج) خلافت کا پھیلاؤ د) رعب ودبدبہ

۵۔ اسلامی قانون میں حکمران کی حیثیت ہے؟

الف) بادشاہ کی ب) خلیفہ کی ج) امین کی د) مختیار کی

ب۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ قانون کی پاسداری سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ اسلامی قوانین کی بنیاد کیا ہے؟

۳۔ قانون کی پاسداری کے مختلف پہلو کیا ہیں؟ ۴۔ نظام انصاف اور قانون کی پاسداری کا بنیادی مقصد بیان کریں۔

۵۔ عصرِ حاضر میں قوانین پر عمل نہ کرنے کی کوئی سی دو وجوہات بتائیں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ عصر حاضر میں قانون کی حکمرانی سمجھتے ہوئے اس کی پاسداری کا عہد رسالت وخلفائے راشدین سے موازنہ کریں۔

۲۔ قوانین کی پاسداری اور ان پر عمل پیرا ہونے کے فوائد اور ثمرات لکھیں۔

۳۔ عملی زندگی کے معاملات میں قانون کی پاسداری کر کے معاشرتی فلاح وبہبود اور امن عامہ کے قیام میں ہم اپنا کردار کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- ہم قانون کی پاسداری کیسے کر سکتے ہیں؟ طلبہ ہم جماعتوں کے سامنے اظہارِ خیال کریں۔
- اسلامی معاشرے میں قوانین کی پابندی پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

برائے اساتذہ کرام

- قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے اور قانون شکنی کے نقصانات پر مذاکرہ کروائیں۔
- مختلف قومی اور بین الاقوامی تنظیموں کے بارے میں طلبہ کو معلومات فراہم کریں۔

www.ilmkidunya.com

اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم

- فلاح و ترقی کے اسلامی تصور اور نشأۃ ثانیہ کا مفہوم جان سکیں۔
- مستقبل کی منصوبہ بندی میں مادی وسائل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کی اہمیت جان سکیں۔
- اپنے سنہری اور قابلِ فخر ماضی کی ایجادات کو قابلِ تقلید جان کر امتِ مسلمہ کے موجودہ مسائل کا ادراک کر سکیں۔
- امتِ مسلمہ کی ترقی کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی، معیشت اور خود انحصاری کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- دورِ جدید کی ضروریات کے مطابق مسلمانوں کی معاشی و معاشرتی ذمہ داریوں کا ادراک کرتے ہوئے اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔
- ماضی کی عظیم ہستیوں کو سنہرے نمونے جان کر ان پر بلا وجہ کی تنقید نہ کرنے اور ان پر فخر کرنے والے بن جائیں۔
- فلاح و ترقی کے اسلامی تصور کو اپنا کر دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔

معنیٰ و مفہوم:

فلاح کا مطلب ہے زندگی کا معیار بہتر کرنا کامیابی اور کامرانی حاصل کرنا۔ فلاح و ترقی کا اسلامی تصور یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے پر امن، کامیاب اور پر سکون زندگی گزارے اور دنیا کے تمام معاملات میں ایسے ترقی کرے جس سے لوگوں کو سہولیات میسر ہوں اور لوگوں کو فائدہ حاصل ہو۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے مراد ہے ملتِ اسلامیہ کی اقوامِ عالم پر اپنی بالادستی، نظامِ زندگی کے ہر شعبے میں نہ صرف دوبارہ ثابت کر دے بلکہ ماضی میں جس طرح فلاح اور ترقی حاصل تھی، اسے پھر سے قائم کر کے دکھا دے یعنی سادہ الفاظ میں خلافتِ راشدہ جیسی ترقی و کامرانی واپس حاصل کرنا۔ جتنا بہترین دور خلافت راشدہ کا تھا ویسا ہی عروج پھر سے مسلم امت حاصل کرے۔ اسی طرح نشأۃ ثانیہ کو اس تصور سے بھی جوڑ سکتے ہیں کہ ہم سائنس، ٹیکنالوجی اور مختلف علوم و فنون میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے زوال کا شکار ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان شعبوں پر موجودہ ترقی یافتہ اقوام کی طرح دسترس حاصل کریں اور خود کو ان اقوام کی صف میں لانے کی کوشش کریں۔

مستقبل کی منصوبہ بندی اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ:

اسلام میں ترقی اور فلاح حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے تقویٰ اور ایمان بنیاد ہے۔ انسان کو اپنے اعمال اور اختیارات کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق رکھنا چاہیے۔ قرآن و سنت پر عمل کرنا ہی اصل فلاح ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (سورۃ النور: 52)

ترجمہ: "اور جو اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اُس (کی نافرمانی) سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

فلاح اور ترقی کے لیے سب سے پہلے مسلمانوں نے قرآن وسنت کو اپنایا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی ترقی اور عروج عطا فرمایا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور یقین کرنے کی اہمیت یہ ہے کہ انسان کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور یہ ایمان اسے بے پناہ طاقت عطا کرتا ہے۔ اس کے ارادے مضبوط ہو جاتے ہیں۔ عزائم بے پناہ ہو جاتے ہیں۔ وہ خطرات اور مصائب بھری کائنات میں خود کو تنہا، بے آسرا محسوس نہیں کرتا۔ اس لیے مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے مادی وسائل کو اپنانا ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل اسے اصل میں فلاح دارین سے ہم کنار کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد مبارکہ ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورۃ المؤمنون: 1)

ترجمہ: "یقیناً ایمان والے کامیاب ہوگئے۔"

اُمّتِ مسلمہ کی ترقی کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی، معیشت اور خود انحصاری

اسلامی نشاۃِ ثانیہ کے لیے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ دین اور دنیا دونوں لحاظ سے ترقی کی منازل طے کی جائیں۔ ہم سائنسی اور صنعتی علوم اور ہر طرح کی ٹیکنالوجی میں بتدریج ترقی کر کے اس میدان میں آگے بڑھیں، ہم صنعت و حرفت اور ٹیکنالوجی میں برتری حاصل کیے بغیر عصر جدید میں امت مسلمہ کے دوبارہ غلبے یا اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان میدانوں میں ترقی کرنے سے نہ صرف ہماری پس ماندگی اور جہالت دور ہوگی بلکہ ہمارے اذہان کھلیں گے، معیشت بہتر ہوگی اور ہر معاملے میں خود انحصار ہونگے۔ بہت سے دینی، ملی مقاصد حاصل کر کے ہی اسلام کا عروج واپس پلٹے گا۔

تاریخ اسلام کا سنہری دور ایسا تھا جس میں فلاح و ترقی ایسی تھی کہ اس میں رہنے والے مہندسین، اطباء، علماء، تاجر اور ماہرین حرب، حکومت سب اپنے اپنے متعلقہ شعبہ میں تحقیقات اور تخلیقات میں ماہر تھے۔ جس کی وجہ سے اس پورے معاشرے کو معاشی طور پر استحکام حاصل ہوا اور مزید ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔

اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں:-

مسلمان چاہے دنیا کے کسی بھی خطے اور علاقے میں ہوں، کسی بھی رنگ، نسل اور زبان سے تعلق رکھتے ہوں، سب کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں ہیں کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلم امت کی ترقی و فلاح کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ جس کے لیے درج ذیل امور کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے

1: سب سے پہلی ذمہ داری اسلام کو عروج پر پہنچانے کی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے تمام دینی و دنیاوی اعمال کو درست کریں۔ تمام تر وسائل اور صلاحیتوں کو انسانوں کی فلاح و ترقی کے لیے استعمال میں لائیں۔

۲۔ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہونے کا مقام عطا کیا گیا ہے اسی کو فضیلت کا معیار بنا کر لوگوں میں فلاح و ترقی کو پروان چڑھایا جائے۔

۳۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے ضروری ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کیا جائے۔ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق زندگی کے موجودہ مقاصد اور دین کے مطلوبہ مقاصد کے درمیان پیدا ہو جانے والے فاصلے کو ختم کیا جائے۔

۴۔ وہ علوم جو کائنات اور انسان کی حقیقت سے بحث کرتے ہیں انہیں دین کی ثابت شدہ غایات اور مقاصد کے اس طرح تابع رکھا جائے کہ ان علوم کے لیے اپنے معیارات پر کوئی ضرب نہ لگے۔

۵۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے دین کی صحیح تبلیغ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

www.ilmkidunya.com

۶۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے علاقائی، ملکی اور بین الاقوامی ہر سطح پر مسلم امت میں اتحاد ضروری ہے۔ اتحاد و یگانگت اختیار کر کے ایک جسم کی مانند ہونا چاہیے۔

۷۔ انسان کی دنیاوی فلاح کے لیے قائم کیا جانے والا نظام واضح طور پر دینی اساس پر ہی ہونا چاہیے۔ وہ اساس محض قانون کے دائرے تک محدود نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں اختیار کرنی چاہیے۔

۸۔ اسلام کا معاشی نظام بہترین نظام ہے۔ موجودہ معاشی مسائل کے لیے غربت اور ناانصافی کے ازالے اور بے تحاشا امارت اور غیر محدود ملکیت کا خاتمہ کیا جائے۔ ملک و ملت کو جائز اور حلال ذرائع سے معاشی طور پر مستحکم کیا جائے۔

یہ تمام ذمہ داریاں انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی۔ کچھ کا تعلق فرد سے ہے اور کچھ کا تعلق اداروں اور حکومتِ وقت سے ہے اور ان سب پر عمل کرنے کا محرک قرآن و سنت ہے۔ یہی ہمارے ماضی کی عظیم ہستیوں نے اپنایا اور ترقی و فلاح پر کمال درجے پائے۔

اسلامی تصور فلاح اور ترقی میں انسانوں کے دنیاوی اور دینی زندگی کے تمام پہلو شامل ہوتے ہیں۔ اجتماعی مثلاً مذہب، تعلیم، اقتصادی ترقی، اخلاق، عدل و انصاف، صحت و تندرستی غرض کوئی بھی پہلو اس سے خارج نہیں۔ مسلم امت تاریخ کے ایک مرحلے تک ترقی یافتہ تھی اور اسلام اور امت مسلمہ کو وہی عروج و کمال دوبارہ مطلوب ہے۔ ہمیں مسلم امت کی تاریخ اور سنہرے کارناموں کو بہت اچھے الفاظ میں یاد کرنا چاہیے۔ اور بلاوجہ تنقید کرنے کی بجائے ان پر فخر کرنا چاہیے کیونکہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو اپنے ماضی کی کامیابیوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور غلطیوں سے سبق حاصل کرتی ہیں۔ اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم بحیثیت مسلم امت اپنی بنیادوں کی طرف واپس لوٹ آئیں۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ترقی و خوشحالی کا کوئی گزشتہ دور واپس آجائے گا بلکہ ہم دوبارہ سے زندگی کو ہر لحاظ سے اسلامی روایات کے مطابق گزار کر ترقی و فلاح کے اسلامی تصور کے مطابق دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں۔ اس کے لیے ضرورت مسلمانوں کے بدلنے کی ہے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کے احساس کی ہے۔ امتِ مسلمہ کو اس کے لیے انفرادی طور پر بدلنا پڑے گا تبھی ہر ادارہ ہر نظام بدلے گا۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ اسلام میں ترقی اور فلاح حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلی بنیاد ہے:

الف) معاشرتی حالات ب) تقویٰ اور ایمان ج) ٹیکنالوجی د) معاشی خوشحالی

۲۔ نشاۃ ثانیہ سے مراد ہے

الف) حکومت حاصل کرنا ب) مکمل عروج حاصل کرنا ج) دوہرا عروج حاصل کرنا د) دوبارہ بالادستی حاصل کرنا

۳۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے سب سے ضروری ہے:

الف) مادی وسائل کو اپنانا ب) معاشی ترقی ج) سائنس و ٹیکنالوجی د) قرآن و سنت کو اپنانا

۴۔ فلاح و ترقی حاصل کرنے کے لیے تمام علوم ہونے چاہئیں۔

الف) سائنسی ب) تحقیقی ج) دنیاوی د) دین کے تابع

۵۔ اسلام کے نشاۃِ ثانیہ کا مقصد کیا ہے۔

الف) اسلامی حکومت کو مسلط کرنا۔ ب) بحیثیت مسلم امت اپنی اساس کی طرف واپس لوٹنا

ج) اسلام کو ہر طرف پھیلانا د) اسلام کو مخصوص علاقوں تک محدود کرنا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ فلاح و ترقی کا اسلامی تصور لکھیں۔ ۲۔ اسلام کے نشاۃِ ثانیہ کا مفہوم لکھیں۔

۳۔ فلاح و ترقی کے لیے مادی وسائل کو اختیار کرنے کا اسلام میں کیا حکم ہے؟

۴۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کا نشاۃِ ثانیہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

۵۔ اسلام کے نشاۃِ ثانیہ کی کوئی سی دو وجوہات بتائیں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اسلام میں فلاح و ترقی کا تصور واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسے کی اہمیت کو بیان کریں۔

۲۔ عصرِ حاضر کے مطابق اسلام کے نشاۃِ ثانیہ کے لیے ہماری انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریاں لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- طلبہ گروپ کی صورت میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں تحریر کریں اور ہر گروپ کا ایک نمائندہ جماعت کے سامنے پیش کرے۔
- مسلمانوں کی سنہری دور کی سائنسی، سماجی، علمی، اخلاقی، تعمیراتی اور دیگر میدانوں میں ترقی کی مثالیں تلاش کریں اور جماعت کے کمرے میں پیش کریں۔
- ماضی کی عظیم ہستیوں کے بارے میں مواد تلاش کر کے ان کے کارناموں کی فہرست بنائیں۔
- "قوموں کا عروج و زوال علم ہی سے وابستہ ہے" کے موضوع پر مذاکرہ کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو امتِ مسلمہ کے زوال کی وجوہات اور واقعات کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔
- ماضی کی عظیم ہستیوں کو سنہرے نمونے کیوں کہا جاتا ہے؟ چند شخصیات کے بارے میں معلومات مہیا کریں۔

www.ilmkidunya.com

اسلاموفوبیا اور ہماری ذمہ داریاں

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

علم	صلاحیت
• اسلام بطورِ دین امن و سلامتی کے بارے میں جان سکیں۔ • اسلاموفوبیا کے مفہوم سے آگاہ ہو سکیں۔ • اسلاموفوبیا کی مختلف صورتیں اور ان کا تجزیہ کر سکیں۔ • پیغامِ پاکستان کی روشنی میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔ • اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے نوجوانوں کی ذمہ داریاں (امتیازی طرزِ عمل کے خلاف آواز اٹھانا اور مثبت اقدامات اور مکالمے کے ذریعے اسلام کی مثبت تصویر کو فروغ دینا وغیرہ) کا ادراک کر سکیں۔	• باہمی افہام و تفہیم اور احترام کو فروغ دے سکیں۔ • مختلف عقائد ثقافتوں اور عالمی نظریات کے لوگوں کے ساتھ تعمیری اور باعزت مکالمے میں مشغول ہونے کے لیے تیار ہو سکیں۔ • میڈیا اور معاشرے میں اسلام اور مسلمانوں کی جانبدارانہ یا غیر منصفانہ تصویر کشی کی شناخت اور چیلنج کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کر سکیں۔ • اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے علمی اور عملی سطح پر ہر ممکن کردار ادا کر سکیں۔

اسلام ایک فطری دین ہے جس میں اعتدال پسندی اختیار کی گئی ہے اور اپنے ماننے والوں کو بھی اعتدال کی راہ اختیار کر کے انتہا پسندی سے کنارہ کشی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کا معنیٰ امن و سلامتی اور خیر کے ہیں۔ اس حوالے سے اسلام تو مکمل امن (Peace) ہے۔ اسلام سے قبل دنیا جہالت کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہر طرف ظلم و ستم، بے حرمتی اور برائیوں کا دور دورا تھا۔ مگر اسلام نے آکر ہر طرف امن و سلامتی کی ایسی شمع روشن کی جس کی مثال نہ کبھی تھی نہ ہے اور نہ ملے گی۔ اسلام محبت کا دین ہے۔ تمام اقوام عالم کو امن و سلامتی، بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ تمام بنی نوع انسان کے لیے باہمی اخوت و محبت، تعظیم و تکریم اور باہمی عدل و انصاف کی تلقین کرتا ہے یہی تعلیمات قرآن و حدیث میں بھی بیان کی جاتی ہیں۔

اسلاموفوبیا کا مفہوم:

فوبیا انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے ڈر یا خوف۔ اسلاموفوبیا سے مراد وہ ڈر اور خوف ہے جو اسلام کے بارے میں پھیلایا گیا ہے۔ غیر مسلموں کی وہ نفرت ہے جو اسلام یا مسلمانوں کی طرف موجود ہوتی ہے۔ اس میں افراد کسی شخص یا مجموعے اور جماعت سے ان کے مذہبی اعتقادات کی بنا پر نفرت کرتے ہیں۔

چند سالوں سے مغربی ممالک میں اسلاموفوبیا ایک ایسی اصطلاح مسلمانوں اور اسلام کے لیے استعمال ہو رہی ہے جس سے اسلام کو غلط رنگ دے کر پیش کیا جا رہا ہے۔ مغربی معاشروں میں اسلام اور مسلمانوں سے خوف اور ان سے نفرت کے احساسات کو اسلاموفوبیا کہا جاتا ہے۔

جبکہ اسلام عزت اور جان و مال میں نہ صرف مسلمان بلکہ تمام انسانیت کو یکساں مکرم رکھتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔ (صحیح بخاری: 6914)

ترجمہ: جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے

لہذا یہ اصطلاح جو کہ اسلام کے لیے استعمال کی جا رہی ہے سراسر غلط ہے۔

اسلاموفوبیا کی مختلف صورتیں:

اسلاموفوبیا کی چند صورتیں اور وجوہات جن کی وجہ سے اسلام کو ناپسند کیا جاتا ہے درج ذیل ہیں۔

i. کسی کو اسلام کو سمجھنے کا موقع نہ ملا ہو اور اس کی ممکنہ رسائی نہ ہونے کی صورت میں وہ نا علمی کی وجہ سے اسلام سے خوف کرنے لگتا ہے۔

ii. کچھ میڈیا چینلز اور ذرائع مسلمانوں کے خلاف اہم واقعات کو بنانے اور ان کی منفی تصویر کشی کرتے ہیں۔ اس صورت میں نا علمی اور میڈیا کی غلط تشہیر کی وجہ سے اسلام کو انتہا پسند تصور کیا جاتا ہے۔

iii. چند غیر مسلم ممالک سیاسی مقاصد اور مفادات کو حاصل کرنے کے لیے اسلام کی ایسی منظر کشی کرتے ہیں۔ جس سے اسلاموفوبیا کو پھیلایا جاتا ہے۔

iv. ۹/۱۱ جیسے کئی دہشت گردی کے واقعات کو اسلام کے نام سے منسوب کر کے پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوف و ہراس پھیلایا گیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اسلام کا غلط تصور رکھنے لگ گئے ہیں۔

v. عوام کے درمیان بدعنوانی کی وجہ سے ان کے پاس درست معلومات نہ ہونے کی صورت میں اسلام سے ڈر اور خوف کو پیدا کیا جاتا ہے۔

vi. مادی دنیا کی خاطر مسلم امت میں اتحاد و یکجہتی کا فقدان ہوتا جا رہا ہے جس کا فائدہ غیر مسلم اٹھا رہے ہیں۔ دہشت گرد مسلمانوں کی ظاہری حالت کو اختیار کر کے یا پھر ان جیسا نام رکھ کر لباس پہن کر اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔

vii. اسلام اور جہاد کو انتہا پسندی کا رنگ دے کر کم عمر نوجوانوں کو استعمال کر کے غیر قانونی تنظیموں کے قیام نے بھی اسلاموفوبیا کو بڑھانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

پیغامِ پاکستان اور مسلم اتحاد و یکجہتی کی اہمیت:

دہشت گردی کے خلاف علماء کرام نے پیغام پاکستان کے نام سے کتابی شکل میں ایک متفرقہ فتویٰ صادر کیا ہے جس پر ۱۸۰۰ سے زائد علماء کرام کے دستخط ہیں۔ اس کتابچے کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے شائع کیا ہے۔ اس کا قومی بیانیے کے حوالے سے اجراء صدر پاکستان کی سربراہی میں علماء کرام اور

حکومتی نمائندہ شخصیات کی موجودگی میں اسلام آباد میں منعقدہ ایک کانفرنس میں ہوا۔ اس فتویٰ میں دہشتگردی، خونریزی، خودکش حملوں اور ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کو خواہ کسی کے نام یا مقصد سے ہو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور ان چیزوں سے کیسے نمٹا جائے اس کے بارے میں علماء کرام نے شرعی قانون کے مطابق تجاویز پیش کی ہیں۔ اس فتویٰ کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کو تمام مسالک کے علماء کرام و مفتیان کرام کی بہت بڑی تعداد نے متفقہ طور پر منظور کیا ہے اور پھر ریاست نے اس کو قومی بیانیہ قرار دیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے اتحاد و یکجہتی کو فروغ ملا ہے۔

پوری دنیا میں مسلم امت اور خاص کر پاکستان کو غیر مسلم ممالک کی طرف سے ہر وقت ہی دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور اس پر یہ کہ اسلام کو اسلاموفوبیا سے منسوب کر دیا گیا۔ اس تحریک کے ذریعے پوری قوم مضبوط و آہنی عزم کے ساتھ متحد ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور در حقیقت ملک و قوم کو درپیش ان چیلینجز سے نمٹنے کے لیے اسی طرح کے اقدامات کی ضرورت تھی۔ اور یہی اتفاق و یکجہتی مسلم امت کو اپنانی چاہیے۔ تاکہ کسی کی جرأت نہ ہو کہ اسلام کے لیے ایسی کوئی اصطلاح استعمال کر سکے۔

اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے نوجوانوں کی ذمہ داریاں:

بحیثیت مسلمان ہم سب کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کو آگے بڑھائیں اور جہاں کہیں بھی اسلام کو غلط نظریے کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے اسے روکیں۔ اور اسلام بطور امن و سلامتی والے دین کا پرچار کریں۔ اس حوالے سے نوجوانوں کا کردار خصوصی اہمیت رکھتا ہے جس کی چند تجاویز درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہمیں مذہبی اور دنیاوی ہر دو طرح کی تعلیم حاصل کر کے اس پر عمل کر کے، دنیا تک صحیح معلومات پہنچانی ہیں تاکہ لوگ سچائی کو جان سکیں۔۔

۲۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کا قومی اور انفرادی طور پر صحیح استعمال اور اس پر چیک اینڈ بیلنس کے لیے باقاعدہ منظم ادارہ ہونا چاہیے۔ تاکہ کوئی منفی چیز پھیلائی جا رہی ہے تو اسے روکا جائے اور اس کے خلاف قانونی کاروائی ہو۔

۳۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر نوجوانوں کو میڈیا کو مثبت انداز میں استعمال کرنا اور تبلیغ و تشہیر کے طور پر ایسی تربیت کی ضرورت ہے جس سے اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کے بارے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

۴۔ باہمی افہام و تفہیم اور احترام کا رویہ اختیار کرتے ہوئے مختلف عقائد، ثقافتوں اور عالمی نظریات کے لوگوں کے ساتھ تعمیری اور باعزت مکالمے میں شامل ہونا جس کے لیے مکمل تربیت حاصل کرنی چاہیے۔ انٹر فیتھ ڈائلاگ کو فروغ دینا بہت اہم ہے تاکہ لوگ معاشرتی مسائل پر ایک ساتھ کام کر کے تعصب کم کریں۔

۵۔ دنیا میں اسلاموفوبیا کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کے لیے اور نوجوانوں کو احتجاج اور دیگر اقدامات میں شامل ہو کر اپنی آواز مثبت طریقے سے بلند کر سکیں اور اسلاموفوبیا کے خلاف کام کریں۔

۶۔ فرقہ واریت کا خاتمہ کر کے مسلمانوں کو ایک ہو کر اس کے خلاف اقدامات کرنے چاہیے۔

۷۔ سماجی اور معاشرتی تنظیموں کا حصہ بن کر اسلام کے صحیح تصور کو فروغ دینا چاہیے۔ اور مکالموں میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔

www.ilmkidunya.com

۸۔ ریاستی پالیسی بنانے والے ذمہ داران اور اداروں کو ایسی پالیسی بنانی چاہیے جس میں پاکستان بحیثیت اسلامی ریاست اپنا امن و سلامتی والا پیغام ساری دنیا تک پہنچا سکے۔

اسلام امن و سلامتی کا ایسا مذہب ہے جس کی مثال نا ہے نا مل سکتی ہے۔ اسلام سے دشمنی رکھنے والے ہر دور میں تھے اور ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ اسلام کو ہر دور میں پھیلائیں اور امن و سلامتی کا عملی مظاہرہ کریں۔ درج بالا طریقوں سے نوجوانوں کو اسلاموفوبیا کے خلاف کام کرنے میں مدد مل سکتی ہے جو کہ عصر حاضر میں بہت ضروری ہے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ اسلاموفوبیا کو ختم کرنے کے لیے سب سے ضروری امر ہے:

الف) اسلام کی درست اشاعت　ب) جہاد　ج) سائنسی ترقی　د) تعصب کا خاتمہ

۲۔ فوبیا کا مطلب ہے:

الف) فقر　ب) سوچ　ج) ڈر　د) اپنائیت

۳۔ دہشت گردی کے خلاف علماء کرام نے پیغام پاکستان کے نام سے کتابی شکل میں ایک متفرقہ فتویٰ صادر کیا ہے جس پر علماء کرام کے دستخط ہیں:

الف) ۷۰۰　ب) ۸۰۰ سے زائد　ج) ۹۰۰　د) ۸۰۰ سے کم

۴۔ پیغام پاکستان کا قومی بیانیے کے حوالے سے اجراء کا مقصد تھا۔

الف) علماء کا کانفرنس کرنا　ب) پاکستان کے قیام کا پیغام دینا

ج) اسلامی فوبیا کے خلاف امت کو متحد کرنا　د) پاکستان کے معاشی مسائل پر بات کرنا

۵۔ اسلامی فوبیا کو دور کرنے کے لیے نوجوانوں کی ذمہ داری ہے۔

الف) اسلام پر عمل کرنا　ب) لوگوں کو اسلام سے ڈرانا

ج) لوگوں کے رویوں اور سوچ کو مثبت انداز میں بدلنا　د) اللہ کے راستے میں جہاد کرنا

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اسلام کیسے امن و سلامتی کا دین ہے؟

۲۔ اسلاموفوبیا کا مفہوم لکھیں؟

۳۔ فرقہ واریت کیسے اسلاموفوبیا کی وجہ ہے؟

www.ilmkidunya.com

۴۔ اسلاموفوبیا کو کیوں پھیلایا گیا؟

۵۔ میڈیا کا اسلاموفوبیا کے حوالے سے مثبت اور منفی پہلو بتائیں؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ اسلاموفوبیا کی مختلف صورتیں اور ان کا تجزیہ کریں۔

۲۔ پیغام پاکستان کی روشنی میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی اہمیت کو بیان کریں۔

۳۔ عصرِ حاضر اور عملی زندگی میں اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے نوجوانوں کی ذمہ داریاں لکھیں۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- "اسلاموفوبیا اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں" کے عنوان پر مقابلہ مضمون نویسی کروایا جائے۔
- پیغام پاکستان کے تحت دیے گئے مشترکہ فتویٰ کو پڑھیں اور اس کے اہم نکات جماعت کے کمرے میں پیش کریں۔

برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو اسلاموفوبیا کی بنیادی وجوہات اور واقعات کے بارے میں مزید معلومات فراہم کریں۔

www.ilmkidunya.com

فرہنگ

www.ilmkidunya.com

باب دوم

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
توحید فی الذات	اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات میں اکیلا اور یکتا ماننا	توحید فی الصفات	اللہ تعالیٰ کو اپنی صفات میں اکیلا اور یکتا ماننا
توحیدِ الوہیت	اللہ تعالیٰ کو ہی سچا معبود ماننا	شرک فی الذات	اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا
شرک فی الصفات	اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شامل کرنا	شرک فی الافعال	اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی اور کو بھی شریک ٹھہرانا
نبوّت	اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ منصب	نبی	خبر دینے والا
معجزہ	خلافِ عادت/نئی چیز یا انوکھی بات	ملائکہ	ملک کی جمع یعنی فرشتے
داروغہ	چوکیدار	کراماً کاتبین	اعمال لکھنے والے فرشتے
رضوان	جنت کا نگران فرشتہ	صحیفہ	لکھا ہوا کاغذ، ورق، رسالہ
برزخ	موت سے لے کر قیامت تک کا عرصہ	پُل صراط	جہنم کے اوپر تیز دھار پل
عشر	زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ	خمس	مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ
رقاب	غلام	غارم	مقروض
ابن السبیل	مسافر	مناسکِ حج	حج کے فرائض
سعی	صفا و مروی کے درمیان دوڑنا	طواف	خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا
طوافِ وداع	حج کے بعد واپسی پر آخری طواف	داروغہ	چوکیدار

باب سوم

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مساوات	برابری	خصوصیات	خوبیاں

رہبر	راہنما	راحت رسانی	آرام پہنچانا
بے توقیری	بے عزتی	مربی	تربیت کرنے والا
انصرام	بندوبست	اوصاف	خوبیاں
ترویج	رواج، چلن	التفات	متوجہ ہونا
نظم ونسق	انتظام وانصرام	تقرری	مقرر کرنا، عہدہ دینا
امدادِ باہمی	ایک دوسرے کی مدد کرنا	مزاحم	روکنے والا، حائل
ناگزیر	لازمی، ضروری	شورائی نظام	مشاورتی نظام
مستحکم	مضبوط	گہوارہ	جھولا، پالنا
فروغ،	ترقی دینا، بڑھانا	یلغار	حملہ
ترغیب	شوق دلانا	چنگل	پنجہ، گرفت
قتال	خون ریزی، جنگ وجدل	خندق	کھودا ہوا گڑھا، کھائی
مثلہ	کسی انسان کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر صورت بگاڑ دینا	اسیران جنگ	جنگ کے قیدی
منہدم	زمین بوس، ناکارہ، کالعدم	تنازعات	اختلافات، جھگڑے
ارتکازِ دولت	دولت کا ایک جگہ اکٹھا ہونا	گردش دولت	دولت کی نقل وحرکت
دائرہ معاش	روزی روٹی کمانے کا نقطہ	کسبِ معاش	روزی روٹی کمانا
معاشی سرگرمی	روزی روٹی کمانے کی تگ ودو	آسودہ حال	خوش حال
اجتناب	بچنا، رکنا	انفرادی	ذاتی
اجتماعی	اکٹھا	اقدامات	کوششیں، کاوشیں
ترجیح	فوقیت، برتری		

باب چہارم

الفاظ	[illegible]	[illegible]	معنی
خیر خواہی	بھلائی	نمونہ	مثال
سرشار	بھرا ہوا	مساوات	برابری
گہوارہ	جھولا، پالنا	ملحوظِ خاطر رکھنا	خیال رکھنا

www.ilmkidunya.com

اجتناب	بچنا، رکنا	رذائل	بُری عادتیں
منشیات	نشہ آور چیزیں	رشوت ستانی	رشوت لینا
تعصب	بے جا حمایت	خود پسندی	اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا
رائیگاں	ناکام	فحش گوئی	بے حیائی پر مبنی گفتگو
سرایت کرنا	شامل ہو جانا، اندر اتر جانا	استوار کرنا	مستحکم کرنا، مضبوط کرنا
معانقہ	گلے ملنا	پوشیدہ	چھپی ہوئی
مصافحہ	ہاتھ ملانا	اخوت دینی	دینی بھائی چارہ

باب پنجم

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
صلہ رحمی	رشتہ داری جوڑنا	تقدس	پاکیزگی
فیضانِ علم	علم کا فائدہ	تواضع	عاجزی
شائستگی	سلیقہ	اختلال	خلل پڑنا
انتشار	بکھر جانا	ہٹ دھرمی	ضد
متوازن	اعتدال میں ہونا	عطیہ	تحفہ
ہمہ گیر	جامع	وصال	وفات
آفاقی	عالمی	تمدن	شہری زندگی
کفو	ہم پلہ	خرافات	فضول رسمیں
ناگفتہ بہ	ناقابلِ بیان	طلاق مغلظہ	سخت طلاق
خلع	نکل جانا، علی حدہ ہونا	تجدید	نیا کرنا

باب ششم

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
راشدہ	ہدایت یافتہ	منہاج النبوۃ	نبوت کے طریقے پر
امتیازی	منفرد	حریت	آزادی
رفاہ عامہ	عوامی فائدہ	عشر	دسواں حصہ

www.ilmkidunya.com

جزیہ	غیر مسلموں پر لاگو ٹیکس	تدوین	کاپی شکل دینا
کتابت	لکھنا	مصحف	لکھا ہوا قرآن مجید
طبیعی	فزکس	عمرانی	معاشرتی
داد شجاعت دینا	بہادری دکھانا	دست و بازو بننا	مددگار بننا
سبط الرسول	رسول کا نواسہ	تبع	پیروی کرنے والا
مظہر	اظہار	تاباں	روشن
فقاہت	احکام شرعی کا علم	جلالت	بزرگی
امم	امت کی جمع	ترش روئی	منہ بگاڑنا، غصہ
مرقع	پیکر	افادہ	فائدہ پہنچانا
استغنا	بے نیازی	استفادہ	فائدہ اٹھانا
دہریت	زمانے کو خدا ماننا	الحاد	خدا کا انکار
تزکیہ نفس	نفس کی پاکی	معارف	معرفت کی جمع، علوم
تشنگان	پیاسے	زہد	دنیا سے محبت نہ کرنا
جود	سخاوت	بنی نوع انسان	انسانی نسل
متاثر کن	متاثر کرنے والا	تضاد	ٹکراؤ

باب ہفتم

منسوخ کرنا	ختم کرنا	مزین	سجا ہوا آراستہ
اِنتشار	تتر بتر ہونا، پریشانی فکر	سدِ باب	قطعاً یا مکمل روکنا
عروج	بلندی	دسترس حاصل کرنا	مہارت، رسائی حاصل کرنا
پس ماندگی	پیچھے رہ جانا	غایات	غایت کی جمع/انتہا/مطلب
جارح	حملے میں پہل کرنا	تعصب	بے جا حمایت
متصادم	اختلاف	تشہیر	مشہور کرنا

www.ilmkidunya.com

مصنفین کا تعارف

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس

آپ نے ماسٹر ڈگریاں اسلامیات اور ایجوکیشن میں حاصل کیں۔ آپ نے پی۔ ایچ۔ ڈی (ایجوکیشن) کی ڈگری نصاب اور جائزہ کی تخصیص کے ساتھ حاصل کی۔ آپ نے نصاب اور جائزہ کے تحقیقی کام کی اعلیٰ تربیت یونیورسٹی آف لیسٹر (برطانیہ) سے حاصل کی۔ آپ کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر مختلف مضامین پڑھانے کا بیس سال کا تجربہ ہے۔ مزید یہ کہ مصنف نے وفاقی وزارتِ تعلیم شعبہ نصاب سازی میں خدمات سر انجام دیتے ہوئے قومی نصاب سازی اور کتب کی تیاری و منظوری میں طویل عرصہ کام کیا۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے تمام ٹیکسٹ بک بورڈز کی تیار کردہ کتب کی نظرثانی کی اور منظوری دی۔ بعد ازاں آپ نے ہائر ایجوکیشن کمیشن میں بطور ڈائریکٹر شعبۂ نصاب اعلیٰ تعلیم کی نصاب سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ مصنف کے نصاب اور جائزہ کے موضوعات پر کئی مقالے بین الاقوامی رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔ آج کل آپ اعلیٰ تعلیم کے ایک تاریخی ادارے میں بطور پرنسپل فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ای میل ایڈریس: dridreesmoe@gmail.com

۲۔ ڈاکٹر محمد سجاد

آپ نے ماسٹر ڈگریاں اسلامیات، عربی اور ایجوکیشن میں حاصل کیں۔ آپ نے ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی (علوم اسلامیہ) کی ڈگریاں سیرت طیبہ اور دعوت تخصص کے ساتھ حاصل کی۔ آپ کو اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر علوم اسلامیہ کی تدریس و تحقیق کا تیس سال کا تجربہ ہے۔ آپ نے وفاقی وزارتِ تعلیم میں قومی نصاب سازی اور کتب کی تیاری و منظوری میں شامل رہے ہیں۔ آپ نے پنجاب اور آزاد جموں و کشمیر کے ٹیکسٹ بک بورڈز کی تیار کردہ کتب کی نظرثانی کی اور منظوری دی۔ آپ نے ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان میں بی ایس علوم اسلامیہ کا نصاب تیار کیا اس کے علاوہ ایم فل اور پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کے نصاب کی نظرثانی کی۔ آپ اس وقت علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبہ مطالعات بین المذاہب کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی ہذا میں میٹرک تا پی ایچ ڈی سطح کے بیس سے زیادہ کورسز کی کتب کے مصنف بھی ہیں اور آپ کے پچاس سے زیادہ علمی اور تحقیقی مقالات قومی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف رسائل اور مجلات میں شائع ہو چکے ہیں۔

ای میل ایڈریس: muhammadsajjad@aiou.edu.pk

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

۳۔ ڈاکٹر علی طارق

ڈاکٹر علی طارق 2010ء سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے وابستہ ہیں اور کلیہ اصول الدین کے شعبۂ حدیث میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اور کلیہ کی سطح پر انچارج اکیڈیمک افیئرز کے طور پر تدریسی و تحقیقی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے حدیث و سیرت میں پی ایچ ڈی اور حدیث میں ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے انگریزی ادب میں ایم اے، بی اے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے شہادہ عالیہ کی ڈگری بھی حاصل کر رکھی ہے۔ اُن کی نگرانی میں تیئیس اسکالر حدیث میں ایم فل کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ تین کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے منظور شدہ رسائل و جرائد میں چھ مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کے دلچسپی کے میدان میں حدیث و سیرت، نصاب سازی، طرقِ تدریس میں بہتری اور بین المسالک و مذاہب ہم آہنگی شامل ہے۔ وہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مختلف جامعات، کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ، لبنان، انڈونیشیا اور شارجہ یونیورسٹی متحدہ عرب امارات کے مختلف تحقیقی و تدریسی پروگراموں میں شرکت کر چکے ہیں۔ ان کو پچاس سے زائد بین الاقوامی اور قومی کانفرنسوں میں اپنے علمی مقالات کے ذریعے شرکت کا موقع مل چکا ہے۔

ای میل ایڈریس: alitariq11@gmail.com

۴۔ ڈاکٹر سلمان شاہد

مصنف نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الشھادۃ العالیہ اور سرگودھا یونیورسٹی سے بی ایڈ کی سند حاصل کی اس کے علاوہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے حدیث میں ماسٹر، ایم فل اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اسلامی علوم کی تدریس کا پندرہ سال کا تجربہ حال ہے۔ مزید یہ کہ آپ نے وفاقی وزارتِ تعلیم میں قومی نصاب سازی، کتب کی تیاری اور نظرثانی کی خدمات سرانجام دیں۔ وہ متعدد علمی و تحقیقی کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ ان کی دلچسپی کے میدان میں تفسیر حدیث فقہ تقابل ادیان اور تاریخ شامل ہیں۔

ای میل ایڈریس: salmanshahid063@gmail.com

۵۔ مس تنزیلا ناز

مس تنزیلا ناز نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اسلامیات) کی ڈگری حاصل کی۔ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے بی۔ ایڈ، ایم۔ ایڈ اور ایم فل کیا۔ اسلامیات اور اُردو زبان و ادب سے انھیں گہری دلچسپی ہے۔ شعبہ تدریس سے قریباً دس سال سے منسلک ہیں۔ وزارتِ تعلیم کے شعبۂ نصاب کی مختلف سرگرمیوں کا حصہ رہ چکی ہیں اور قومی ریویو کمیٹی کی ممبر کی حیثیت سے کم و بیش ۲۵ کتب کو ریویو کر چکی ہیں۔ اُردو کی درسی کتاب کی مصنفہ ہونے کے ساتھ ساتھ علم و ادب کے فروغ کے لیے علمی و ادبی مجلات میں بھی مضامین تحریر کیے۔

ای میل ایڈریس: true_fortrue@hotmail.com